کیلی گرافی اور گرافک ڈیزائن کے دوسالہ کورس کے لیے
اردو خوش نویسی
(برائے سال اوّل)
انیس چشتی
انیس صدّیقی
قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند
ویسٹ بلاک۔ 1، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔ 110066
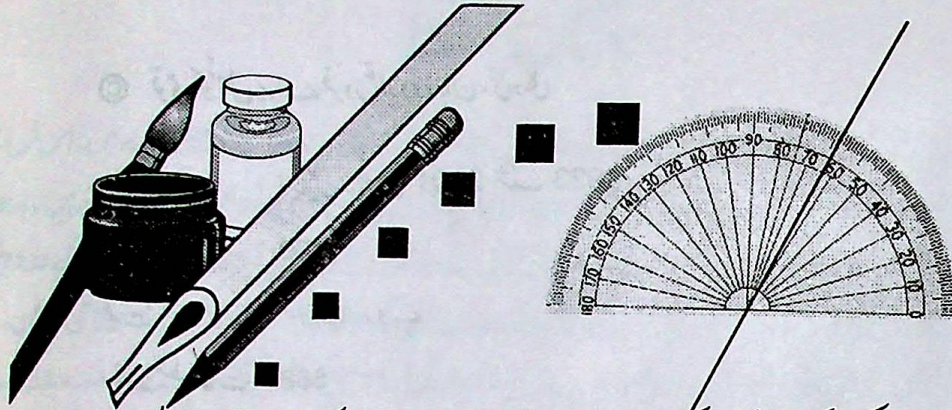
کیلی گرافی اور گرافک ڈیزائن کے دوسالہ کورس کے لیے

اردو خوش نویسی

(برائے سال اوّل)

حصہ ابتدائی مضامین: انیس چشتی

حصہ عملی خطاطی: انیس صدّیقی

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

ویسٹ بلاک۔1، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔ 110066

Urdu Khushnavesi

By : Anis Chishti & Anis Siddiqui

سنہ اشاعت : اپریل۔جون 2001 شک 1923

پہلا اڈیشن : 1100

قیمت : -/105 روپے

سلسلۂ مطبوعات : 868

کتابت : سید حسین

ناشر : ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک۔1، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔110066

طابع : جے۔ کے۔ آفسیٹ پرنٹرس، جامع مسجد، دہلی۔110006

پیش لفظ

خطاطی اور کتابت ہمارا اہم ورثہ ہے جس نے ماضی میں ہندستانی ثقافت کو بہترین فنکار دیے ہیں۔ اس فن نے قبول عام اور شہرت دوام کی کئی منزلیں طے کی ہیں جس کے لازوال آثار آج بھی ناظرین کو محویت میں ڈالتے ہیں۔ بدھ کے استوپ، اشوک کے ستون اور قطب مینار کی اونچائی اور تاج محل کے لاثانی ولافانی حسن، نیز راشٹرپتی بھون کے در و دیوار سے لے کر بمبئی کے عظیم الشان اور جدید ترین جج ہاؤس کی آرائش تک اس فن کے لازوال نقش روشن ہیں۔ خطاطی کے فن نے روحانی اور مادّی ترقی میں بھی نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ قدیم تہذیبوں کی نشاندہی کرنے میں کتبات نے بے حد مدد کی ہے۔ اس طرح اس فن کی اہمیت مسلم ہے لیکن موجودہ دَور کے ٹکنالوجیکل نظام میں اس فن کی اہمیت کم ہوگئی اور اس کا وجود خطرے میں پڑگیا۔ عصر حاضر میں رنگ و روشنائی کے استعمال، پرنٹنگ میں نئے تجربات، کمپیوٹر کی ایجاد اور کمپیوٹر میں Font Designing کی سہولیات کی وجہ سے خطّاطوں اور کاتبوں کے روزگار کے مواقع میں بے حد کمی آئی کیونکہ اب اس فن کا کمرشیل استعمال کم سے کم ہوتا جا رہا ہے۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ اس اہم ورثے کی حفاظت اور اس کی بقا کے لیے اس فن کو کمرشیل آرٹ سے جوڑا جائے۔

قومی اردو کونسل نے اس جدید عصری تقاضے کے تحت کیلی گرافی یا کتابت کے فن کو جدید گرافک ڈیزائن کے ساتھ شامل کر کے دو سالہ تربیتی کورس شروع کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ نہ صرف اس قدیم فن کی حفاظت کی جا سکے بلکہ کاتبوں اور خطّاطوں کو روزگار کے بہتر اور باوقار مواقع بھی ملیں۔

اس مقصد کی حصولیابی کے لیے کونسل نے کیلی گرافی اور گرافک ڈیزائن کی مانیٹرنگ کمیٹی تشکیل دی جس کی میٹنگیں وقتاً فوقتاً ہوتی رہیں اور کورس شروع کرنے سے متعلق اہم فیصلے لیے جاتے رہے۔ کورس سے متعلق نیا نصاب تیار کیا گیا اور کیلی گرافی اور گرافک ڈیزائن کے اساتذہ اور کاتبوں کو جامعہ ملیہ اسلامیہ کے شعبۂ فائن آرٹس میں سات ہفتے کی ٹریننگ بھی دلوائی گئی۔

یہ کتاب نئے نصاب کے مطابق خطّاطی کی تدریس کے لیے ہے جو خطّاطی اور گرافک ڈیزائن کے دو سالہ کورس میں سال اوّل کے لیے ہے۔ اس کے ابتدائی حصے کو جناب انیس چشتی اور عملی حصے کو انیس صدیقی صاحب نے تیار کیا ہے۔ ہم ان کے ممنون ہیں کہ انھوں نے اپنے تدریسی و فنی تجربات کو بروئے کار لا کر اس کتاب کو تیار کیا جو نہ صرف طالبانِ فنِ خطّاطی کے لیے مفید ہے بلکہ اساتذۂ خطّاطی کی رہنمائی کے لیے بھی اہم ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ
ڈائرکٹر

اُردو خطاّطی کے اُن ماہرینِ فن اساتذہ
کے نام
جنھوں نے بھارت میں اُردو کی بقا کے لیے
اپنا سب کچھ گنوا دیا !
لیکن اُردو کی خدمت سے باز نہیں آئے اور
یہی اُستادانِ فن صحیح معنوں میں شہدائے اردو ہیں۔

لذّت سے نہیں خالی جانوں کا کھپا جانا
کب خِضرؑ و مسیحاؑ نے مرنے کا مزا جانا؟

حصّہ ابتدائی مضامین: انیس چشتی
حصّہ عملی خطاطی : انیس صدیقی

فہرست

باب چہارم :

باب اوّل

خطّاطی کیا ہے؟

کہتے ہیں کہ دنیا کا سب سے مشکل کام لکھنا اور پڑھنا ہے۔ لیکن یہ بھی اتنا ہی صحیح ہے کہ جب ایک مرتبہ کسی کی آشنائی اس کوچے سے ہو جاتی ہے تو پھر وہ زندگی بھر لکھے پڑھے بغیر جی نہیں سکتا۔ خطاطی کو انگریزی میں Calligraphy کہتے ہیں جو یونانی لفظ Kallos اور Graphos سے بنا ہے۔ Graphos کے معنی لکھنے یا لکیر کھینچنے کے ہوتے ہیں اور Kallos سے مراد Beautiful یعنی "حسین" کے ہیں۔ لیکن اس سے ہرگز یہ مطلب نہ لیا جائے کہ ہر عمدہ تحریر اور خوبصورت لکھائی Calligraphy یا خطّاطی کے زمرے میں آتی ہے۔ جاذب نظر، قلب و دماغ کو مسحور کرنے والی، جذبے و کیف کی منزل پانے اور دیکھنے والے کو مبہوت کر دینے والی خطّاطی میں بعض دیگر سچائیوں اور حقیقتوں کا ہونا بھی لازمی ہے۔ مثلاً:

۱۔ اس بات کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے کہ خطّاطی کی جانب سماج کا رجحان کیا ہے؟

۲۔ جس عبارت کی خطّاطی کی جارہی ہے اس کی اہمیت اور قدر و قیمت کیا ہے اور کتنی ہے؟

۳۔ سفید کاغذ اور سیاہ حروف کے مابین وزن اور سطر و لفظ کے فاصلوں کے درمیان ریاضیات پر مشتمل کوئی اصول و قواعد وضع کیے گئے ہیں یا نہیں اور خطّاط نے ان کی پابندی کہاں تک کی ہے؟

۴۔ رسم الخط کی فہم اور استادانہ چابکدستی کا خطّاط نے کہاں تک پاس و لحاظ رکھا ہے؟

۵۔ خطّاطی کے لیے استعمال کیے جانے والے سامان کا معیار (Quality) کیا ہے؟

خطّاطی، فن کاری سے بلند تر کسی شے کا نام ہے۔ اس کے لیے یکسوئی، انفرادیت اور ہم رنگی و ہم آہنگی ضروری ہے۔ لیکن انفرادیت کا مطلب قواعد و اصولوں سے فرار نہیں بلکہ ان کی پابندی ضروری ہے۔ خطّاطی دراصل فکر، جذبات، اعصاب، نفسیات اور عضلات کی ہم آہنگی (Neuro-Muscular Coordination) کا دوسرا نام ہے۔ ایک خطّاط دراصل اپنے رسم الخط، سامان، عبارت اور اپنی تہذیبی وراثت سے پوری طرح مربوط و ہم آہنگ ہوتا ہے یا ہونا ضروری ہے۔ دنیا کی صرف تین تہذیبوں نے عالمِ انسانیت کو بہترین خطّاطی کے مثالی نمونے فراہم کیے ہیں۔ اس کے علاوہ دنیا میں خطّاطی کی جو بھی رسمیں پائی جاتی ہیں اور جو بھی مثالیں ملتی ہیں دراصل وہ اُن ہی فن پاروں کی نقلیں اور مشقیں ہیں۔

فنونِ لطیفہ کی معراج : فنونِ لطیفہ میں موسیقی، غنا، سنگ تراشی، مصوّری، نقاشی، مشاطگی، صیقل گری (تلوار کو سان دینا) اور عمارت سازی بلکہ تاج محل سازی وغیرہ کا شمار ہوتا ہے۔
جب یہ فنون اپنی انتہا کو پہنچتے ہیں تو خطّاطی میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ مثالیں دیکھیے لفظ "با" میں الف کی اٹھان کا اختتام کسی مغنّی کی الاپ سے کم محنت نہیں چاہتا ہے۔ حرف "س" کی کشش کسی تلوار کے بے نیام ہونے سے کم نہیں۔ "ع" کا سر کسی سنگ تراش کی چابکدستی کا پتہ دیتا ہے تو "ب"، "ے" اور "ف"، "ک" وغیرہ جھیلم میں تیرتے شکاروں کا منظر مصوّر کی نگاہ کو خیرہ کرتے ہیں۔ "س" کے شوشوں کو بنانے کے لیے رباب کے تاروں کو چھیڑنا پڑتا ہے جبکہ "ع"، "ج" اور "ل" وغیرہ تاج محل کے گنبدوں کی لٹکن ہے تو "ص"، "ط"، "ہ" اور "ھ" کو دیکھنے پر ایسا محسوس ہوتا ہے گویا سیب کے پھولوں میں سے چاندنی گزر رہی ہے کہ تاج محل کی جالی کا نقش کاغذ پر اُبھارا جاسکے۔

تحریر کی ابتدا

۱۔ کب، کہاں اور کیسے ؟ تحریر کی ابتدا کیسے ہوئی؟ کس زبان نے سب سے پہلے حروف اور الفاظ کا جامہ پہنا؟ اور کرۂ زمین پر سب سے پہلے کہاں لکھائی نے وجود پایا؟ کس نے سب سے پہلے لکھائی کا نظام قائم کیا؟ اور کب؟ یہ ایسے سوال ہیں جن کے بارے میں کوئی واضح جواب نہیں دیا جاسکتا۔
تحریر کی ابتدا کا آغاز آج تک کوئی جان نہیں سکا ہے لیکن اتنا سب جانتے ہیں کہ تحریر نے انسانی زندگی پر بہت زیادہ اثر ڈالا ہے۔ پہیّے کی ایجاد کے بعد تحریر نے نسلِ انسانی کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے۔ تحریر نے انسانی تہذیب و ثقافت کو بہت سارے انقلابات سے ہمکنار کیا ہے۔ فنِ تحریر نے ہی ہمارے پرکھوں کے تہذیبی ورثے کو تاریخ کا روپ بخشا ہے۔

۲۔ سنگین قلم : ایک اندازے کے مطابق ابتدائی انسان نے اپنی بات کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے لکھنے کے عمل کو سب سے پہلے نکیلے پتھروں سے ان ہڈّیوں پر کھرچ کر بنایا جو شکار کے بعد اس کے کھانے سے بچ رہتی تھیں۔ اس نے سب سے پہلے اُن ادھ جلے کوئلے سے غار کی دیواروں پر تصویریں بنائیں جن لکڑیوں پر اس نے اپنا کھانا بھون کر کھایا تھا۔ اس نے سب سے پہلے ہموار چٹانوں پر اُن رنگوں سے تصویریں بنائیں جو اُس نے رنگین مٹّی کو جانوروں کی چربی میں گوندھ کر بنائے تھے۔ نقش و نگار کے یہ ابتدائی نمونے آج سے ۳۰ ہزار سال پرانے ان غاروں میں ملے ہیں جو جغرافیائی نقطۂ نظر سے زمین کی متضاد سمتوں میں ملے ہیں۔ اس کی سب سے بہترین مثالیں ہندوستان میں بھیم ٹیک اور فرانس میں لاز کاکس نامی غار ہیں۔

۳۔ سرکنڈوں سے لکھائی : یہ بات اب تاریخی طور پر تسلیم کرلی گئی ہے کہ آج سے تقریباً ۵ ہزار سال پہلے تحریر کی ابتداء ہوئی۔ مشرقِ وسطیٰ کے ایک نہایت مہذب قبیلے نے یہ محسوس کیا کہ تصاویر کا

استعمال بولے جانے والے الفاظ کی ادائیگی کے لیے کیا جا سکتا ہے۔ یہ دراصل سُمیریَن قبیلے کے وہ افراد تھے جو بابل میں دریائے دِجلہ وفرات کے جنوبی دوآبے میں رہتے تھے۔ یہ وہ علاقہ ہے جہاں آج کل عراق آباد ہے۔

بابل ونینوا کے بارے میں یہ بات نہایت وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ یہ دنیا کی اوّلین تہذیب ہے۔ یہ لوگ ایک ایسی سرزمین میں آباد تھے جہاں کی زمین نم، دلدلی اور کیچڑ میں اُگنے والی ستواں اور بلند گھاس کے پتلے پتلے بانس نما نرکلوں اور سرکنڈوں سے اٹی پڑی تھی۔ ان ہی نرکلوں اور سرکنڈوں سے بابل کے باشندوں کو لکھنے کے لیے اوّلین قلم ہاتھ آ گیا۔ انھوں نے گیلی مٹّی سے تختیاں تیار کیں۔ نرکل کو بیچ میں سے چیرا اور پھٹے میں ایک پچڑ اٹکا دیا۔ اس طرح سے نرکل میں ایک مثلث نما شگاف بن گیا۔ جب اس شگاف کو گیلی تختی پر دباتے تو اس پر نشان پڑ جاتا۔

رفتہ رفتہ اس تحریر کا نام ہی مخروطی (Cuneiform) تحریر پڑ گیا۔ اساتذۂ فن نے اسے خطِ میخی بھی کہا ہے۔ اس طرزِ تحریر سے وہ پرندوں، جانوروں اور مچھلیوں وغیرہ کی اشکال بخوبی بنانے لگے لیکن بہت جلد اس میں فکری اور غیر مشکل تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ یہ باشندے اپنی عبادت گاہوں کے انتظامات اور حسابات وغیرہ اسی تحریر میں لکھ کر محفوظ کرنے لگے۔ مٹّی کی یہ گیلی تختیاں بعد میں آگ میں پکا کر یا دھوپ میں سکھا کر آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ کر دی جاتیں۔ کسی شے یا خیال کو پیش کرنے کے لیے ان قبائل نے ایک علامت مقرّر کی تھی۔ ایک اندازے کے مطابق انھوں نے تقریباً ۲۰۰۰ علامتیں ترتیب دی تھیں۔

بیل
پرندے

(تصویری لکھائی کا بتدریج تجریدی تحریر کی جانب سفر)

دریائے دجلہ وفرات کے اس جنوبی دوآبے کو شمالی بابل کے فاتحین نے جب ۱۷۰۰ ق م میں اپنے قبضے میں کر لیا تو انھوں نے اسی تصویری رسم الخط کو اختیار کر لیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں انھیں اسیریَن باشندوں نے فتح کر لیا۔ یہ تصویری خط دیکھتے ہی دیکھتے شرقِ اوسط کی سامی قوموں میں مقبول ہو گیا۔
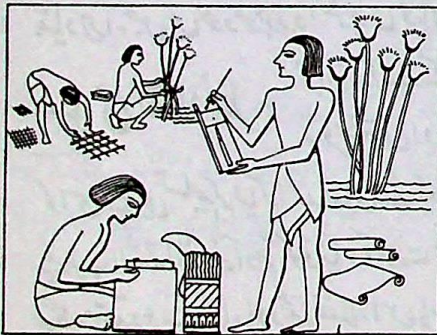
(مصریوں نے پیپی آس پر نرکلوں کے برش سے لکھا)

۴۔ جادونگار، پُراسرار :

عین ان ہی وقتوں میں سُمیریَن جب اپنے تصوّرات کو مٹّی کی تختیوں پر ثبت کر رہے تھے، اِدھر مصری تہذیب نے، جو دریائے نیل کے کنارے آباد تھی، تصویری خط کے ذریعے اپنی الگ شناخت قائم کر لی تھی۔ مصری مبلّغین وہ افراد

تھے جو اس پر اسرار تحریر کو پڑھ سکتے تھے، جس کے متعلق انھوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ یہ مقدّس اور آسمانی نقوش کی روحانی اور الہامی شکل ہے۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ مصریوں کے پاس لکھائی کا جو کچھ بھی سامان تھا وہ سمیریوں کے مقابلے میں زیادہ ہلکا پھلکا، دیرپا اور آسانی سے قابلِ منتقل تھا۔ وہ پیپرس (Papyrus) پر نرکلوں کے برش کو سیاہی میں ڈبو کر لکھا کرتے تھے۔

۵۔ صوتیاتی تحریر: مقدس نقوش والی تحریر بھی بالکل اُسی طرح ناکام ہوگئی جس طرح اس سے پہلے مخروطی تحریر (Cuneiform) اپنی بعض کمزوریوں کی وجہ سے چل نہیں پائی تھی۔
ہزارہا ہزار اشیاء اور تصوّرات کے لیے الگ الگ علامات کا استعمال اور پھر ہر علامت کو بنانے کے لیے لگنے والا وقت۔ دوسرے یہ کہ نئے طلبہ کو سیکھنے میں کافی وقت لگتا تھا اور یاد رکھنے میں بھی بڑی دقّت پیش آتی تھی۔ جب تک کہ طالب علم یہ تحریر سیکھ پاتا تھا وہ بوڑھا ہو چکا ہوتا تھا۔

"قلوپطرہ" مقدس تحریر میں لکھا ہوا ہے

اِس دِقّت سے چھٹکارا پانے کے لیے مصریوں نے ایک ترکیب ڈھونڈ نکالی۔ وہ یہ تھی کہ ہر علامت کے لیے ایک صوتی نشان طے کر دیا جو "فونوگرام" کہلاتا تھا اور ایک حرف کی آواز کا قائم مقام سمجھا جاتا تھا۔ اس طرح سے انھوں نے ۲۴ اشارے طے کر دیے جنھیں ترتیب دے کر کوئی بھی لفظ تحریر کیا جا سکتا تھا۔ اس کے باوجود بھی مصری ایک طویل عرصے تک "فونوگرام" کی سہولت مہیّا ہوتے ہوئے بھی تصویری تحریر کا ہی استعمال کرتے رہے۔

۶۔ انگریزی طرزِ تحریر: یہ بات بڑی حد تک تسلیم کر لی گئی ہے کہ موجودہ انگریزی حروف تہجّی دراصل مصری، یونانی اور پھر سب سے اخیر میں رومیوں کی محنتوں کے نتیجے میں وجود میں آئے ہیں۔ دوسری صدی قبلِ مسیح کے ختم ہوتے ہوتے رومی، یونانی طرزِ تحریر کو اختیار کر چکے تھے۔ وہ انگریزی حروفِ تہجّی اور رسم الخط کے وہ تمام صیغے استعمال کرنے لگے تھے جو آج اکثر مغربی زبانوں کے طرزِ تحریر کی بنیاد ہیں۔ جس میں خود موجودہ انگریزی زبان بھی شامل ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر: قرآنی نظریے کے مطابق جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کا پتلا بنایا اور اس میں روح پھونکی تو فرشتوں اور جنوں نے سوائے ابلیس کے آدمؑ کو سجدہ کیا۔ اور آدمؑ کی افضلیت کو اسی لیے بھی تسلیم کر لیا کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو وہ علوم سکھا دیے تھے جن سے یہ آسمانی مخلوق ناواقف تھی۔ ظاہر ہے جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو دنیا و آخرت میں کام کرنے والے جملہ علوم سکھائے ہوں گے تو اس میں رسم الخط یقیناً سکھایا ہوگا۔ متعدد عرب علماء اور عجمی فضلاء اس بات پر متفق ہیں کہ، "رسم خط کے موجد حضرت آدم نبینا علیہ السلام ہیں۔ انھوں نے اپنی وفات سے تین سو سال قبل رسومِ خط کچّی اینٹوں پر ثبت کر کے اور اُن کو آگ میں پکا کر زمین میں دفن کر دیا تھا۔ نوح علیہ السلام

کے طوفان کے بعد جب یہ اینٹیں برآمد ہوئیں تو اُن کے نقوش کو رسمِ خط قرار دیا گیا۔[1]

اسی طرح متعدد ماہرینِ فن نے اپنی تحقیق کے مطابق یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ رسمِ خط حضرت ادریس علیہ السلام کی ایجاد ہے۔

یہاں ایک بات ذہن میں رکھنے کی ہے کہ اگر رسمِ خط کی موجد ایک ہی قوم رہی ہوتی تو دنیا کی تمام زبانیں اسی ایک رسمِ خط میں تحریر کی جاتی رہتیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی مختلف زبانیں مختلف رسومِ خط میں لکھی جاتی تھیں۔ مثلاً مغربی زبانیں رومی (Roman) رسمِ خط ہیں۔ اور وہ بھی بائیں سے دائیں۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ بعض زبانیں دائیں سے بائیں اور بعض زبانیں اوپر سے نیچے لکھی جاتی ہیں مثلاً چینی، جاپانی وغیرہ۔ پھر اس خصوصیت کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض زبانوں میں نقطوں کی افراط ہے مثلاً عربی، اُردو، فارسی وغیرہ۔ بعض زبانوں میں نقش و نگار نمایاں ہے مثلاً چینی، جاپانی، کوریائی وغیرہ۔ بعض زبانیں دور سے دیکھنے پر پہلی جھلک میں یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان میں بعض بھاری بھرکم جانوروں کی علامات نمایاں ہیں۔ مثلاً دراوڑی زبانیں۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا کے مختلف حصوں میں، مختلف ادوار میں، مختلف قوموں کے ذریعے زبان اور رسم الخط اور تحریری عمل کا کام جاری رہا ہے اور ہر قوم نے اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے کے لیے زبانوں اور رسم الخط کا سہارا لیا، یعنی ہر قوم نے زبان اور رسم الخط کی ترقی میں ہاتھ بٹایا ہے۔ اس لیے یہ کہنا بالکل درست نہیں ہے کہ کوئی مخصوص زبان یا رسم الخط کسی خاص قوم کی ملکیت ہے یا اُس پر اُسی قوم کی اجارہ داری چلے گی۔ جس طرح ہم زمین پر بسنے والے تمام انسانوں سے پیار کرتے ہیں اور انھیں آدمؑ کی اولاد سمجھتے ہیں اُسی طرح تمام زبانوں سے بھی ہمیں پیار کرنا چاہیے اور دوسری اقوام کی زبانوں کو سمجھنے اور اس کی ترقی میں بھی ہاتھ بٹانا چاہیے۔ دراصل تمام زبانوں کا موجد تو وہی بس ایک ربّ ہے جس نے عرش و کرسی اور لوحِ محفوظ کی تخلیق کی اور سب سے پہلے قلم کو چلنا سکھایا۔ یہ اور بات ہے کہ اس ربّ نے زبانِ عربی اور اس کے رسم الخط کو پسند فرمایا اسی لیے اس نے اپنی آخری کتاب "قرآنِ کریم" اسی زبان میں نازل فرمائی۔ اس پسندیدگی کی لاکھوں لاکھ وجوہات ہیں۔ یہاں اس بحث میں پڑنے کی بجائے ہم چاہیں گے کہ کچھ گفتگو عربی اور اس سے مشتق دیگر رسومِ خط کے بارے میں کرلیں۔

عربی رسم الخط :

جیسا کہ ہم اس سے پہلے عرض کرچکے ہیں کہ دنیا کے مختلف ممالک میں وہاں رہنے والی قوموں نے اپنی ضرورتوں کے تحت مختلف رسم الخط ایجاد کرلیے تھے۔ اس میں دراوڑی، چینی، افریقی، رومی، یونانی، آریائی (ایرانی)، سامی اور برہمی وغیرہ رسم الخط خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

عربی رسم الخط کے بالکل ابتدائی نمونے دجلہ و فرات کے دوآبے میں ملتے ہیں۔ مُرامر بن مُرّہ، اسلم بن سدرہ اور عامر بن جدرہ وہ اوّلین افراد ہیں جنھوں نے عربی رسمِ خط کو اختراع کیا۔ یہ لوگ سرزمینِ انبار (عراق) میں رہا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان سے اہلِ حیرہ (موجودہ کوفہ) کے لوگوں نے خط کی تعلیم حاصل کی۔ اور اُن سے بشیر بن عبدالملک

---

[1] صحیفۂ خوش نویساں ص ۳۳ از : مولوی احترام الدین شاغل عثمانی۔

(حاکم دُومَتہ الجَندَل) نے اخذ کیا اور بشیر جب مکّہ معظمہ آیا تو اُس سے ابوسفیان بن اُمیہ بن عبد الشمس اور ابوقیس بن عبدِ مناف بن زہرہ بن کلاب نے تعلیم حاصل کی۔[1] پھر ان سے طائف والوں نے سیکھا۔

بعض لوگ رسمِ خط کے موجد طمس کے باشندگان کو بھی بتاتے ہیں۔ انھوں نے حروفِ تہجّی کو طلبہ کی سہولت اور یاد رکھنے کی خاطر ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص اور قرشت جیسے الفاظ میں ڈھالا اور مزید چھ حروف ث، خ، ذ، ض، ظ، غ کا بعد میں اضافہ کیا۔ یہ حضرت شعیبؑ کے دَور کی بات ہے اور کہا جاتا ہے کہ ان الفاظ کو ڈھالنے والے اشخاص کے نام ہی یہی تھے اور انھوں نے اپنے ناموں کی بہ سہولت ادائیگی کے لیے یہ حروف ڈھالے ہیں۔ یہ ابجدی ترتیب صدیوں تک قائم رہی۔ موجودہ ابجدی ترتیب کا سہرہ ابنِ مَقلَہ کے سر جاتا ہے جس نے ۳۱۰ھ م ۹۲۲ء میں بہ خیال سہولتِ طلبہ ہم شکل حروف کو مسلسل لکھنے کا آغاز کیا مثلاً ب پ ت ث، ج ح خ، د ذ اور ع غ وغیرہ۔ ایرانی اسکالروں کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ اوّلاً حروف بے نقطہ ہوا کرتے تھے۔ ابنِ مُقلَہ نے ان پر نقطوں کو رواج دیا۔ ابنِ مَقلَہ چونکہ ایرانی نژاد تھا اور ایران کو عربی زبان میں عجم کہتے ہیں اس لیے بعض ایسے حروف جن پر نقطے لگتے ہیں، لسانی پہچان کے لیے انھیں حروفِ معجمہ کہتے ہیں۔ بعض محققین کا یہ بھی کہنا ہے کہ ابنِ مُقلَہ نے صرف حروفِ تہجّی کو ترتیب دیا ہے۔ جبکہ نقطوں کا رواج ابنِ مَقلَہ سے پہلے بھی تھا۔ ابنِ مَقلَہ کی ابجدی ترتیب آج تک قائم ہے اور نہ صرف عربی بلکہ فارسی، اردو، کشمیری اور پشتو جیسی زبانوں میں بھی یہی ترتیب مستعمل ہے۔

خطِ کوفی: رسمِ خط کے محققین کا بہ اتفاق رائے یہ ماننا ہے کہ عربی رسم الخط میں خطِ کوفی ہی بنیادی رسم الخط ہے، جس کا اوّلین دَور میں چلن عام ہوا۔ عربی خط کا ابتدائی نام "خطِ حیری" تھا۔ خطِ حیری کو ہی بعد میں کوفی کہا جانے لگا۔ ہمارے نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمرانوں اور بادشاہوں کے نام جو مکتوب ارسال کیے اور جن میں سے اکثر کی کتابت حضرت علیؓ اور حضرت ابنِ عبّاسؓ نے فرمائی تھی وہ تمام مکاتیب اسی خطِ کوفی میں تحریر کیے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ سلاطین دہلی کی تعمیر کردہ بعض عمارات مثلاً علائی دروازہ اور قوت الاسلام مسجد وغیرہ پر جو قرآنی آیات کندہ ہیں وہ بھی اِسی خطِ کوفی میں ہیں۔ خطِ کوفی اپنی وجاہت اور دیدہ زیبی میں گو کہ لاجواب ہے۔ لیکن اُس کا لکھنا زود تر ممکن نہیں ہے اِسی لیے اُس خط میں زیادہ ترقی و تحقیق نہ ہو سکی۔ اِس کے مقابلے میں خطِ نسخ اس زمانے تک مروج دیگر خطوط کے مقابلے بہت زیادہ رواں اور زود نویسی کے قابل تھا۔ اِس لیے اِس خط میں فن کاروں نے اپنے زورِ قلم کے جوہر دکھائے ہیں اور کاغذ سے لے کر شجر و حجر تک پر اپنی فن کارانہ صلاحیتوں کے نقوش چھوڑے ہیں۔ مغلیہ دَور کی تعمیرات کے لیے اس خط کا استعمال قرآنی آیات کی تحریر کے لیے عمومی طور پر ہوا ہے۔ تاج محل کی محرابوں پر ثُلث کا استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن یہ بھی اتنا ہی صحیح ہے کہ قرآن کریم اور احادیثِ نبویؐ کی اوّلین کتابت اِسی خطِ کوفی میں ہوئی تھی۔ ابتدائی دنوں میں خطِ کوفی میں نہ تو اعراب ہی ہوا کرتے تھے اور نہ ہی نقاط۔ لیکن

---

[1] صحیفۂ خوش نویساں، از: مولوی احترام الدین احمد شاغل عثمانی۔ ص ۳۳

جیسے جیسے اسلام پھیلا اور نئی اقوام نے قرآن و احادیث کو پڑھنا شروع کیا تو صحیح تلفظ کی ادائیگی کے سبب دشواری پیش آنے لگی اور کلام کے معنی کچھ سے کچھ ہو گئے ۔ چنانچہ حجاج بن یوسف کی تحریک پر اس دور کے ماہرینِ خط اور محققینِ لسانیات نے الفاظ و حروف پر نقاط و اعراب تجویز کیے ۔ یہاں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ پہلے پہل اعراب کے لیے موجودہ زیر، زبر اور پیش کی علامات کی بجائے صرف نقطوں کا استعمال ہوتا تھا، موجودہ زیر، زبر کی علامات کی ایجاد کا سہرہ خلیل ابنِ احمد بصری نحوی (متوفی ۱۷۰ھ م ۷۸۶ء) کے سر جاتا ہے۔ خطِ حیری چونکہ حیرہ نامی مقام میں ایجاد پایا تھا اور وہی آگے چل کر کوفہ ہو گیا ۔ اس لیے اس خط کا نام بھی کوفی پڑ گیا ۔ پہلا شخص جو کوفے سے یہ خط سیکھ کر مکہ مکرمہ آیا اور وہاں والوں کو سکھایا وہ حرب بن امیہ تھا ۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے اسی سے اس خط کی تعلیم پائی تھی ۔ ایک قول کے مطابق حروف کی تشخیص کے لیے جس شخص نے سب سے پہلے نقطے ایجاد کیے اس کا نام ابوالاسود وائلی تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تلمیذِ رشید تھا ۔ اسی لیے یہ بات نہایت وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ ابنِ مُقلہ سے پہلے نقطے رواج پا چکے تھے ۔ اس نے صرف ان کی درجہ بندی کی ہے اور ابجدی ترتیب سے حروفِ تہجّی کو مرتب کیا ہے ۔

جن حروف پر نقطے نہیں ہوتے مثلاً ا ۔ ح ۔ د ۔ ر ۔ س ۔ ص ۔ ط ۔ ع ۔ ک ۔ ل ۔ م ۔ و ۔ ہ ۔ ء "حروفِ مہملہ" کہلاتے ہیں اور جن حروف پر نقطے ہوتے ہیں وہ "حروفِ معجمہ" کہلاتے ہیں ۔ مثلاً : ب ۔ ت ۔ ث ۔ ج ۔ خ ۔ ذ ۔ ز ۔ ش ۔ ض ۔ غ ۔ ف ۔ ق ۔ ن وغیرہ ۔

فارسی والوں نے اپنی زبان کی ادائیگی کے لیے اسلام کے بعد عربی رسم الخط اختیار کیا ورنہ اس سے پہلے ان کی زبان کا رسم الخط اوستائی تھا ۔ آج بھی "پہلوی اوستا" اسی رسم الخط میں تحریر کی جاتی ہے ۔ اسلامی اختلاط کی وجہ سے انھوں نے اپنا رسم الخط تو تبدیل کر دیا مگر مخصوص آوازوں کے لیے انھوں نے اِسی عربی رسم الخط کو خراد کر لیا مثلاً "ک" پر بجائے ایک کے دو مرکز لگائے اور وہ "گ" بن گیا ۔ اسی طرح پ، چ اور ژ میں تین نقطے رواج دیے اور یہ حروف بالترتیب کافِ فارسی، بائے فارسی، جیمِ فارسی اور زائے فارسی کہلائے ۔ ان کا موجد ایک عجمی خوشنویس ابوالعال بک مشہور ہے ۔

اِن حروف کے علاوہ اردو میں اور بھی کئی حروف ہیں ۔ مثلاً ٹ ۔ ڈ ۔ ڑ ۔ بھ ۔ پھ وغیرہ ۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ حروف پر یہ علامتیں کب لگائی گئیں ۔ فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے قیام ۱۸۰۰ء سے پہلے جتنی بھی کتابیں شائع ہوئیں ان میں بجائے "ط" کے چار نقطوں کا استعمال ہوا ہے ۔ مثلاً ٹ، ڈ اور ڑ وغیرہ ۔ اس سے یہ گمان غالب ہے کہ نقطوں کی بجائے چھوٹی "ط" کا استعمال ۱۸۰۱ء کے بعد ہی شروع ہوا ہوگا ۔

(حاکم دُومَتہ الجندل) نے اخذ کیا اور بشیر جب مکّہ معظمہ آیا تو اُس سے ابوسفیان بن اُمیہ بن عبد الشمس اور ابوقیس بن عبدِ مناف بن زہرہ بن کلاب نے تعلیم حاصل کی۔[1] پھر ان سے طائف والوں نے سیکھا۔

بعض لوگ رسمِ خط کے موجد طمس کے باشندگان کو بھی بتاتے ہیں۔ انھوں نے حروفِ تہجّی کو طلبہ کی سہولت اور یاد رکھنے کی خاطر ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص اور قرشت جیسے الفاظ میں ڈھالا اور مزید چھ حروف ث، خ، ذ، ض، ظ، غ کا بعد میں اضافہ کیا۔ یہ حضرت شعیبؑ کے دَور کی بات ہے اور کہا جاتا ہے کہ ان الفاظ کو ڈھالنے والے اشخاص کے نام ہی یہی تھے اور انھوں نے اپنے ناموں کی بہ سہولت ادائیگی کے لیے یہ حروف ڈھالے ہیں۔ یہ ابجدی ترتیب صدیوں تک قائم رہی۔ موجودہ ابجدی ترتیب کا سہرہ ابنِ مُقلَہ کے سر جاتا ہے جس نے ۳۱۰ھ م ۹۲۲ء میں بہ خیال سہولتِ طلبہ ہم شکل حروف کو مسلسل لکھنے کا آغاز کیا مثلاً ب پ ت ٹ ث، ج ح خ، د ذ اور ع غ وغیرہ۔ ایرانی اسکالروں کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ اوّلاً حروف بے نقطہ ہوا کرتے تھے۔ ابنِ مُقلَہ نے ان پر نقطوں کو رواج دیا۔ ابنِ مُقلَہ چونکہ ایرانی نژاد تھا اور ایران کو عربی زبان میں عجم کہتے ہیں اس لیے بعض ایسے حروف جن پر نقطے لگتے ہیں، لسانی پہچان کے لیے انھیں حروفِ معجمہ کہتے ہیں۔ بعض محققین کا یہ بھی کہنا ہے کہ ابنِ مُقلَہ نے صرف حروفِ تہجّی کو ترتیب دیا ہے۔ جبکہ نقطوں کا رواج ابنِ مُقلَہ سے پہلے بھی تھا۔ ابنِ مُقلَہ کی ابجدی ترتیب آج تک قائم ہے اور نہ صرف عربی بلکہ فارسی، اُردو، کشمیری اور پشتو جیسی زبانوں میں بھی یہی ترتیب مستعمل ہے۔

خطِ کوفی: رسمِ خط کے محققین کا بہ اتفاق رائے یہ ماننا ہے کہ عربی رسم الخط میں خطِ کوفی ہی بنیادی رسم الخط ہے، جس کا اوّلین دَور میں چلن عام ہوا۔ عربی خط کا ابتدائی نام "خطِ حیری" تھا۔ خطِ حیری کو ہی بعد میں کوفی کہا جانے لگا۔ ہمارے نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمرانوں اور بادشاہوں کے نام جو مکتوب ارسال کیے اور جن میں سے اکثر کی کتابت حضرت علیؓ اور حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمائی تھی وہ تمام مکاتیب اسی خطِ کوفی میں تحریر کیے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ سلاطین دہلی کی تعمیر کردہ بعض عمارات مثلاً علائی دروازہ اور قوت الاسلام مسجد وغیرہ پر جو قرآنی آیات کندہ ہیں وہ بھی اِسی خطِ کوفی میں ہیں۔ خطِ کوفی اپنی وجاہت اور دیدہ زیبی میں گو کہ لاجواب ہے۔ لیکن اُس کا لکھنا زود تر ممکن نہیں ہے اِسی لیے اُس خط میں زیادہ ترقی و تحقیق نہ ہو سکی۔ اِس کے مقابلے میں خطِ نسخ اس زمانے تک مروج دیگر خطوط کے مقابلے بہت زیادہ رواں اور زود نویسی کے قابل تھا۔ اِس لیے اِس خط میں فن کاروں نے اپنے زورِ قلم کے جوہر دکھائے ہیں اور کاغذ سے لے کر شجر و حجر تک پر اپنی فن کارانہ صلاحیتوں کے نقوش چھوڑے ہیں۔ مغلیہ دَور کی تعمیرات کے لیے اس خط کا استعمال قرآنی آیات کی تحریر کے لیے عمومی طور پر ہوا ہے۔ تاج محل کی محرابوں پر ثلث کا استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن یہ بھی اتنا ہی صحیح ہے کہ قرآن کریم اور احادیثِ نبویؐ کی اوّلین کتابت اسی خطِ کوفی میں ہوئی تھی۔ ابتدائی دنوں میں خطِ کوفی میں نہ تو اعراب ہی ہوا کرتے تھے اور نہ ہی نقاط۔ لیکن

---

[1] صحیفۂ خوش نویساں، از: مولوی احترام الدین احمد شاغل عثمانی۔ ص ۳۳

جیسے جیسے اسلام پھیلا اور نئی اقوام نے قرآن و احادیث کو پڑھنا شروع کیا تو صحیح تلفظ کی ادائیگی کے لیے دشواری پیش آنے لگی اور کلام کے معنی کچھ سے کچھ ہو گئے۔ چنانچہ حجاج بن یوسف کی تحریک پر اُس دَور کے ماہرین خط اور محققینِ لسانیات نے الفاظ وحروف پر نقاط و اعراب تجویز کیے۔ یہاں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ پہلے پہل اعراب کے لیے موجودہ زیر، زبر اور پیش کی علامات کی بجائے صرف نقطوں کا استعمال ہوتا تھا، موجودہ زیر، زبر کی علامات کی ایجاد کا سہرہ خلیل ابنِ احمد بصری نحوی (متوفّٰی ۱۷۰ھ م ۷۸۶ء) کے سر جاتا ہے۔ خطِ حیری چونکہ حیرہ نامی مقام میں ایجاد پایا تھا اور یہی آگے چل کر کوفہ ہو گیا۔ اس لیے اس خط کا نام بھی کوفی پڑ گیا۔ پہلا شخص جو کوفے سے یہ خط سیکھ کر مکۂ مکرمہ آیا اور وہاں والوں کو سکھایا وہ حرب بن امیہ تھا۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے اسی سے اس خط کی تعلیم پائی تھی۔ ایک قول کے مطابق حروف کی تشخیص کے لیے جس شخص نے سب سے پہلے نقطے ایجاد کیے اس کا نام ابوالاسود دوائلی تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تلمیذِ رشید تھا۔ اسی لیے یہ بات نہایت وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ ابنِ مُقلَہ سے پہلے نقطے رواج پا چکے تھے۔ اُس نے صرف ان کی درجہ بندی کی ہے اور ابجدی ترتیب سے حروفِ تہجّی کو مرتب کیا ہے۔

جن حروف پر نقطے نہیں ہوتے مثلاً ا۔ ح۔ د۔ ر۔ س۔ ص۔ ط۔ ع۔ ک۔ ل۔ م۔ و۔ ہ۔ ءٗ "حروفِ مہملہ" کہلاتے ہیں اور جن حروف پر نقطے ہوتے ہیں وہ "حروفِ معجمہ" کہلاتے ہیں۔ مثلاً: ب۔ ت۔ ث۔ ج۔ خ۔ ذ۔ ز۔ ش۔ ض۔ غ۔ ف۔ ق۔ ن وغیرہ۔

فارسی والوں نے اپنی زبان کی ادائیگی کے لیے اسلام کے بعد عربی رسم الخط اختیار کیا ورنہ اس سے پہلے ان کی زبان کا رسم الخط اوستائی تھا۔ آج بھی "پہلوی اویستا" اُسی رسم الخط میں تحریر کی جاتی ہے۔ اسلامی اختلاط کی وجہ سے انھوں نے اپنا رسم الخط تو تبدیل کر دیا مگر مخصوص آوازوں کے لیے انھوں نے اِسی عربی رسم الخط کو خراد کر لیا مثلاً "ک" پر بجائے ایک کے دو مرکز لگائے اور وہ "گ" بن گیا۔ اِسی طرح پ، ج اور ژ میں تین نقطے رواج دیے اور یہ حروف بالترتیب کافِ فارسی، بائے فارسی، جیمِ فارسی اور زائے فارسی کہلائے۔ ان کا موجد ایک عجمی خوشنویس ابوالعال بک مشہور ہے۔

اِن حروف کے علاوہ اردو میں اور بھی کئی حروف ہیں۔ مثلاً ٹ۔ ڈ۔ ڑ۔ بھ۔ پھ وغیرہ۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ حروف پر یہ علامتیں کب لگائی گئیں۔ فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے قیام ۱۸۰۰ء سے پہلے جتنی بھی کتابیں شائع ہوئیں ان میں بجائے "ط" کے چار نقطوں کا استعمال ہوا ہے۔ مثلاً تؔ، ڈؔ اور ڑؔ وغیرہ۔ اس سے یہ گمان غالب ہے کہ نقطوں کی بجائے چھوٹی "ط" کا استعمال ۱۸۰۱ء کے بعد ہی شروع ہوا ہو گا۔

فن، فنکار اور سامانِ خطّاطی

فنِ خطّاطی : خدائے تعالیٰ نے تمام علوم پیدا کرنے سے پہلے قلم اور لوحِ محفوظ کی تخلیق کی۔ قلم کی شرافت اور عزّت کو قرآنِ کریم میں متعدد جگہوں پر بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (سورۃ علق)

پڑھ تیرا رب ہی سب سے بڑھ کر کرم والا ہے۔ جس نے علم سکھایا قلم سے سکھلایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے :

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ قسم ہے قلم کی جس سے لکھنے والے لکھتے جا رہے ہیں۔

قرآن و حدیث میں لکھنے پڑھنے کو نہایت معزز عمل تسلیم کیا گیا ہے۔ صحابہ کرامؓ سے اولیائے عظام اور بادشاہانِ وقت تک پہنچا ہے۔ اگلے وقتوں میں خوشنویسی پر بطور خاص توجہ دی جاتی تھی اور شہزادگان کی تربیت کے دَوران انھیں فنِ خطّاطی سے نہ صرف یہ کہ باخبر کروایا جاتا تھا بلکہ انھیں اس فن میں اتنی مشق کروائی جاتی تھی کہ وہ ماہر خطّاط بن جائیں۔ اورنگ زیبؒ کے لیے مشہور ہے کہ وہ ٹوپیاں سیتے اور قرآنِ کریم کی کتابت کرتے تھے۔ انھوں نے اپنے انتقال سے پہلے جو وصیت نامہ لکھوایا اس کی دوسری شق میں ہے کہ :

"میری سی ہوئی ٹوپیوں کی قیمت میں سے چار روپیہ دو آنہ مُہالدار آیا بیگ کے پاس ہیں۔ اُس رقم کو لے کر اس بے سہارا انسان پر چادر ڈالنے میں صرف کرو۔ میرے ذاتی خرچ کی تحصیل میں قرآن نقل کرنے کے محنتانے کے تین سَو پچاس روپیہ ہیں۔ میری موت کے دن انھیں فقیروں میں تقسیم کر دینا۔ چونکہ شیعہ فرقہ قرآن کو نقل کر کے رقم حاصل کرنے کو ناجائز سمجھتا ہے، اس لیے اس رقم کو میرے کفن کی چادر یا تکفین کی دوسری ضرورتوں پر خرچ نہ کرنا۔"*

والیٔ گولکنڈہ قلی قطب شاہ، سلطان ناصرالدین محمود، محمود گاواں، رضیہ سلطانہ اور دیگر کئی بادشاہان کے بارے میں بھی مشہور ہے کہ وہ بہترین خطّاط تھے۔

اس بحث سے محض یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ خطّاطی ایک نہایت ہی پاکیزہ اور متبرّک فن ہے۔ عدمِ توجّہی

* اورنگ زیب : ایک نیا زاویۂ نظر : ڈاکٹر اوم پرکاش پرساد (ترجمہ)

لاابالی پن اور اُول جلول انداز اس فن کو مجروح کرتا ہے ۔غیر منضبط (Unorganised) فرد اس فن کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتا تعلیم یافتہ طبقے میں اس فن کو "فنِ شریف" کہتے ہیں۔ اور کیوں نہ ہو۔ شریف اور پاکیزہ ذہن و حوصلہ رکھنے والا انسان ہی اس کی عظمت و اہمیت کا پابند ہو سکتا ہے۔ ایک پاکیزہ ذہن کی پیداوار ایک حسین و جمیل خط ہے۔ ذہن میں بُرے خیالات، اُلجھاؤ اور بکھراؤ رکھ کر آپ خوبصورت خط تخلیق نہیں کر سکتے۔ ذہن کے علاوہ جسم میں بھی غضب کا سمٹاؤ اور ہاتھوں اور انگلیوں میں زبردست لچک بہترین حروف ڈھال سکتی ہے۔ قلم اگر درخت ہے تو الفاظ اس کے پھل ہیں۔ قلم فکر کے دریا میں تیرتا ہے اور حکمت کے موتی تلاش کرتا ہے تاکہ علم کے پیاسوں کی تشنگی دُور کر سکے۔ اس فن میں قدرت حاصل کرنے کے لیے روح، دماغ، دل اور جسم کی پاکیزگی ضروری ہے۔ آپ چاہیں گے کہ گناہ اور معصیت میں بھی مبتلا رہیں اور اِس فن شریف میں بھی مہارت حاصل کریں تو کسی صورت میں ممکن نہیں ہے۔

خطّاطی اور کتابت :

کتابت ایک روحانی صنعت ہے۔ یہ دراصل روحانی الفاظ و حروف کا جسمانی اظہار ہے۔ یہی الفاظ و حروف اور عبارت جب فنکارانہ مہارت کے ساتھ نہایت چابکدستی سے آرائش و زیبائش کی خاطر تحریر کیے جاتے ہیں تو وہ خطّاطی کہلاتی ہے۔ اور اس کو لکھنے والا خطّاط کہلاتا ہے۔ لیکن کسی خوشنویس کے ذریعے اصول و قواعدِ فن کی پاسداری کے ساتھ کاروباری اور پیشہ ورانہ انداز سے کی گئی تحریر کتابت کہلاتی ہے۔ جس زمانے میں ٹائپ رائٹر اور کمپیوٹر وغیرہ کا چلن نہیں ہوا تھا، اُس زمانے میں درباروں، محلوں، یہاں تک کہ سرکاری دفتروں میں بھی منشی اور کاتب ہوا کرتے تھے۔ لیکن جب چھاپہ خانے کی ترقی ہوئی اور مختلف ذریعوں سے کتابیں طبع ہونے لگیں تو فنّی اور صنعتی نقطۂ نظر سے اس کام کے کرنے والوں کی بڑی تعداد میں ضرورت پیش آئی اور فنِ کتابت ایک مستقل پیشہ بن گیا ہے۔ آج کے دَور میں کمپیوٹر بھی کتابت کرنے لگا ہے لیکن اس کے اپنے حدود (Limitations) ہیں۔ کمپیوٹر چاہے جتنی بھی ترقی کر لے، اچھے کاتبوں اور خطّاطوں کی ضرورت بہر حال باقی رہتی ہے۔ بلکہ اچھے کاتبوں کی ضرورت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ جن ملکوں میں کاتبوں کا کام کمپیوٹر نے سنبھال لیا ہے وہاں دیکھنے میں آیا ہے کہ کاتبوں کی ضرورت اور اُجرت میں گرانقدر اضافہ ہوا ہے۔ ہاں البتہ کم درجے کے لکھنے والے یعنی سستے کاتب ناپید ہو گئے ہیں۔ سعودی عرب، ترکی، پاکستان، عرب امارات، مصر، کویت اور مسقط وغیرہ کے علاوہ ایران میں بھی پاکیزہ خط رکھنے والے کاتبوں کی بڑی قدر ہے اور انھیں منہ مانگا معاوضہ دیا جاتا ہے۔

فنِ خطّاطی کی ترقّی کے اسباب :

کتابت اور خطّاطی دنیا کے بعض دیگر علاقوں کی مانند عربوں میں قبل اسلام بھی رائج تھی، مذہب اسلام نے مصوّری اور جانداروں کی تصویر کشی کو ممنوع قرار دیا ہے۔ اوّلین خطّاط اور کاتب حضرات اسلام کے سچّے پیروکار بنے اور اس کے احکامات کے نہایت پابند ہوئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے جانداروں کی مصوّری کو چھوڑ کر اپنا پورا

زورِ قلم رسم الخط کی خدمت پر صرف کردیا۔ اس میں ایسے ایسے جوہر دکھائے اور قلم کی وہ جولانیاں دکھائیں کہ عالم کی دوسری زبانوں کے خطاطوں اور ماہرینِ فن کو حیرت زدہ اور انگشت بدنداں کردیا۔

اسی یکسوئی اور مہارت کے نتیجے میں نئے نئے خط ایجاد ہوئے جن کی معلومات آگے آئے گی۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ انھوں نے مختلف اشیاء پر لکھا۔ دیوار، پتّھر، لکڑی، کپڑا، کاغذ، کھال، ہڈّی، ظروف، شیشہ، پتّے، موتی، جواہرات، اناج، تانبہ، سونا، چاندی، لوہا وغیرہ سب ان کی فنکاری سے سیراب ہو چکے ہیں۔

قرآن کریم کی کتابت کے لیے انھوں نے اتنے خط ایجاد کیے اور ایسے ایسے نسخے تحریر کیے کہ دنیا کی کوئی دوسری آسمانی کتاب کے تنوع میں اس کے مقابلے پر رکھی نہیں جاسکتی۔

مشہور عربی فلسفی اور شاعر جاحظ کا قول ہے کہ:

"الخط لِسان الید وسفیر الضمیر و مستودع الاسرار و مستنبط الاخبار و حافظ آلا ثار"

(خطّ ہاتھ کی زبان، دل کا سفیر، اسرار و رموز کی آموزگاہ، معلومات کا خزانہ اور ماضی کا امین ہے۔)

واقفانِ کتابت بوقت ابتدائے اسلام :

جب ساتویں صدی عیسوی کی ابتدا میں شہر مکّہ مکرّمہ کی وادیاں طلوع اسلام کے نور سے منوّر ہوگئیں تو اُس وقت حسب ذیل سترہ صاحبان فنِ کتابت سے واقف تھے:

۱۔ عمر بن خطابؓ
۲۔ عثمان بن عفّانؓ
۳۔ علی ابنِ ابی طالبؓ
۴۔ ابو عبیدہ ابن جراحؓ
۵۔ طلحہ بن عبداللہؓ
۶۔ ابو خدیفہ بن عتبہ بن ربیعہؓ
۷۔ ابو سلمہ بن عبدالاسد المخزومیؓ
۸۔ ابو سفیان بن حرب بن اُمیہؓ
۹۔ معاویہ بن ابو سفیانؓ
۱۰۔ حاطب بن عمروؓ
۱۱۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح العامریؓ
۱۲۔ علاالحضریؓ
۱۳۔ خالد بن سعیدؓ
۱۴۔ ابان بن سعید بن العاصی بن امیہؓ
۱۵۔ جہیم بن الصلت
۱۶۔ حویطب بن عبدالعزیٰؓ
۱۷۔ یزید بن ابو سفیانؓ

[صحیفۂ خوشنویساں۔ صفحہ ۳۷۔ بحوالہ علاّمہ بلاذری]

کتابت دراصل دیگر فنون کی طرح صرف ذہنی وجسمانی رشتے (Neuro-Muscular Coordination) کا ہی نام نہیں بلکہ یہ فن روح و قلب میں سرایت کرکے جسمانی اعضاء کے سہارے صفحۂ قرطاس پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ اس لیے روح میں جتنی بالیدگی ہوگی، اس کو عبادت و ریاضت اور دعا و الحاح سے جس قدر مصفّا کیا جائے گا، فن میں اتنا ہی نکھار پیدا ہوگا۔

اُستادِ فن کی شاگردی :

فنِ خطّاطی بغیر کسی اُستاد کے بھی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اپنے فن میں کمال و مہارت پیدا کرنے اور اہلِ نظر میں اعتبار حاصل کرنے کے لیے ہر فن کے

حصول کے لیے کسی کی شاگردی اختیار کرنا اور کسی کو اپنا استاد تسلیم کرنا ضروری ہے۔ اس سے مشکلیں آسان اور نگرانی و تربیت کی وجہ سے استاد کا تجربہ کم وقت میں شاگرد کو طویل منزلیں طے کروا دیتا ہے۔ وہ خط جو کسی استادِ فن کی نگرانی میں اصولی طور پر سیکھا جائے "تحصیلی" کہلاتا ہے اور جو بغیر کسی استاد کے محض عبارات کی نقل و دیدہ زیبی کی رعایت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے آپ مشق کر کے حاصل کیا جائے "غیر تحصیلی" کہلاتا ہے۔ یہ خط طبعی ہوتا ہے اور مبصرینِ فن کے نزدیک عموماً قابلِ اعتبار نہیں۔

خطّاطی چونکہ ایک فن ہے اور استاد ماہرِ فن ہونے کے ساتھ ساتھ فنِ تدریس سے بھی واقف ہوتا ہے اس لیے ایک عام طالبِ علم کے لیے اس پیچیدہ فن کا حصول نسبتاً آسان ہو جاتا ہے۔ کسی شاگرد کا استاد پر پورا تکیہ کر لینا کہ استاد میری ہر مشکل آسان کر دے گا کسی صورت میں بھی درست نہیں۔ طالب علم میں قوتِ مشاہدہ جتنی تیز ہوگی اور اس کا عصبی عضلاتی نظام (Neuro Muscular System) جتنا مربوط اور قوی ہوگا اتنی ہی جلدی وہ اِس فن کا حصول کر پائے گا۔

استاد کا احترام، اُس کا قُرب، اس کی عزّت اور اس کی شخصیت اور فن کے بارے میں مثبت اچھی رائے رکھنے سے طالب علم اپنے فنی حصول میں تعجیل اور برکت محسوس کرتا ہے۔ استاد کی ہدایات کی پاسداری اور اُس کی رائے کو فوقیت فن کے اسرار و رموز سے جلد واقف کروا دیتی ہے۔

انفرادیت :

عام طور پر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک ہی استاد کے کئی شاگردوں کے خط میں فرق ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ قدرت نے ہر ہر فرد کی نشست و برخاست اور جسمانی و ذہنی ساخت میں فرق رکھا ہے۔ اسی سے دنیا کی رنگا رنگی قائم ہے۔ فرد کوئی مشین یا کمپیوٹر نہیں ہے کہ وہ ایک ہی جیسے الفاظ ڈھالے چاہے اسے کوئی بھی چلائے۔ اسی لیے اگر استاد کے بتائے ہوئے اصولوں کی پابجائی کے باوجود بھی اگر "حسنِ خط" میں کوئی فرق پایا جائے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ یہی تو وہ فطری تنوّع ہے جو اتنے بڑے ملک کی مختلف کتابوں، رسالوں اور مطبوعہ مسوّدات میں تنوّع پیدا کرے گا اور موجودہ کمپیوٹری نظامِ کتابت کی طرح ساری تصنیفات کو ایک ہی یونیفارم پہنانے سے باز رکھ سکے گا۔

اُردو علمِ ہجّا (Orthography) :

کسی بھی زبان کی اِملا نوازی میں اُس زبان کے خطّاطوں کا بڑا عمل دخل رہا ہے۔ ابنِ مقلہ کی تاریخی سندیں ہم اس سے پہلے کے باب میں دے چکے ہیں۔ اگر کاتب پڑھا لکھا ہو اور تصنیف و تالیف کے کوچے سے واقف ہو تو اِملا نویسی میں اِس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ چونکہ اُسے کام کو نپٹانا ہوتا ہے اور جلد از جلد کتاب کو قارئین کے ہاتھ میں پہنچانا ہوتا ہے اس لیے وہ صفحہ ہاتھ میں پکڑے کسی ادیب یا ماہرِ لسانیات کا انتظار نہیں کرتا کہ وہ پردۂ غیب سے آئے گا اور اس کی مشکل آسان کر جائے گا۔

آپ نے خود اُردو میں اچھے اچھے پڑھے لکھوں کو لفظ رُجحان کو رُجحان (رُج حان) پڑھتے سنا ہوگا۔ اسی

طرح مزاج کو بعض لوگ مجاز بھی بولتے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ ان تلفظ میں جہاں پڑھنے والے کی جہالت کو دخل ہے وہیں اس میں کاتب حضرات بھی برابر کے ذمّہ دار ہیں۔ جس حرف کا جو نقطہ ہے اُسے اُسی حرف کے نیچے لگایا جانا ضروری ہے۔ اس غلطی کی سب سے بہترین مثال لفظ سجزی ہے، جو دراصل سجز نامی مقام کے رہنے والے کو کہتے ہیں۔ لیکن سجزی کے تحریر کے دوران کاتب حضرات نے "ز" کے نقطے کو ایسی جگہ لکھا کہ وہ "س" کے بعد نون کی آواز دینے لگا اور اچھا خاصہ لفظ بجائے "سَج زی" کے "سن جری" پڑھا جانے لگا۔ ایسے معاملات میں کوتاہی مضمون نگار حضرات کی بھی ہے کہ جو کتابتِ متن پوری احتیاط سے تیار نہیں کرتے۔

آج کی ضرورت :

دنیا میں جیسے جیسے کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا چلن عام ہوتا جائے گا لوگ ایک دوسرے سے قریب آتے جائیں گے اور نئی تہذیبی روایات کا آغاز ہوگا۔ جس کے نتیجے میں اُردو میں بھی نئی اصطلاحات اور الفاظ کی بھرمار ہوگی اور اجنبی زبانوں اور تہذیبوں کے الفاظ دَر آئیں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس فن کو سیکھنے والے بطورِ خاص اِملا نویسی اور علمِ ہجّا کی طرف توجّہ دیں اور استاد کے مشورے سے کس طرح سے لفظ کو جوڑ اور پیوند لگاتے ہیں اور کہاں اعراب اور جوڑ توڑ کی ضرورت ہے؛ اس امر کو اچھی طرح سمجھ لیں۔

سامان خوشنویسی

خوشنویسی کے لیے ضروری وسائل اور سامان کی اگر مختصر ترین فہرست بنائی جائے تو وہ کچھ اس طرح ہوگی۔
۱۔قلم ، ۲۔قلمدان ، ۳۔قلمتراش (چاقو) ، ۴۔سیاہی ، ۵۔پنسل ، ۶۔فٹ رول (اسکیل) ، ۷۔کاغذ ، ۸۔زیرِ مشق۔
اس فہرست میں اگر آپ کچھ مزید چیزیں شامل کرنا چاہیں، جن سے زیادہ نفیس کام لیا جاسکتا ہے تو اس میں آپ ۱۔ربڑ، ۲۔ Parallelograph (خطوطِ متوازی کے لیے ایک مخصوص اسکیل)، ۳۔گُنیا Right Angle ۴۔پرکار ، ۵۔قاطع (Divider) وغیرہ کا اضافہ کرسکتے ہیں۔

فنِ خطّاطی میں سب سے اہم چیز قلم ہے۔ اگر آپ نے قلم درست کرلیا اور قلم پر قابو پالیا تو کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔

ایک زمانہ وہ تھا جب صرف سرکنڈہ، نرکل، نرسل یا بانس وغیرہ کے قلم ہی جلی یا خفی تحریر کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ لیکن آج کل بازار میں دھات کے مختلف موٹائی (قط) کے قلم (نب) دستیاب ہیں۔ لیکن نوآموز کے لیے یہی ڈنٹھل کے قلم جنھیں زبانِ عام میں بَرو کہتے ہیں، قابلِ اعتبار ہیں۔ حالانکہ اِن کی یافت آج کل بازار میں مشکل سے ہی ہوتی ہے، لیکن ذراسی کوشش سے یہ مل بھی جاتے ہیں۔ خوشنویسی کے لیے بہترین قلم واسطی، آموئی، بصری، مازندرانی اور سواط کے ثابت ہوئے ہیں۔ چوبی قلم سے لکھنے کی جب خوب مشق ہوجائے تو رفتہ رفتہ دھاتی نب کا

استعمال بھی کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ آگے چل کر ہر کاتب کو اِن ہی کا استعمال کرنا ہوتا ہے۔

قلم تراشنا :

قلم تراشنا اپنے آپ میں ایک فن ہے۔ قلم کی لمبائی زیادہ سے زیادہ ایک بالشت تقریباً ۸ یا ۹ انچ کے قریب ہو۔ قلم نہ بہت زیادہ موٹا اور نہ بہت زیادہ باریک ہو۔ اساتذۂ فن آخری اُنگلی کی موٹائی کے برابر قلم کی موٹائی کی ہدایت کرتے ہیں۔ قلم کو تراشنے کے عمل کو سیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے باریک بانس یا جوار کے باریک نرکلوں کو تراش کر ہاتھ صاف کر لیا جائے تاکہ اصلی قلم جو کہ آج کل کم یاب ہیں، نقصان نہ ہو۔

قلم کو تراشنے کے لیے بائیں ہاتھ کی پہلی اُنگلی پر انگوٹھے اور دوسری تین اُنگلیوں کی مدد سے مضبوطی سے سیدھا پکڑ لیا جائے۔ دائیں ہاتھ میں دھاردار چاقو لے کر آہستہ آہستہ تراشا جائے۔ بعض اساتذہ قلم کی نوک کو اپنی طرف رکھ کر تراشنے کی بھی ہدایت کرتے ہیں۔
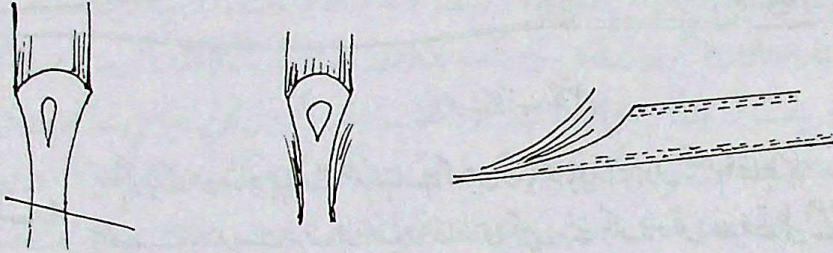
قطّ لگانا :

جب قلم خوب اچھی طرح سے چھل جائے اور اس کے ریشے ناپید ہو کر تراشیدہ حصّے میں خوب چکنا پن پیدا ہو جائے تو سمجھ لیجیے کہ اب قلم قط لگانے کے لیے تیار ہے۔ قطّ لگانے سے پہلے قلم کا تراشا ہوا حصّہ گاؤدُم دکھائی دیتا ہے۔ قلم کا یہی آخری سِرا جس میں مضبوطی ہو یا زیادہ لچک نہ ہو قطّ لگانے کے لیے استعمال میں آتا ہے۔ قطّ لگانے کے لیے کسی مضبوط تختی یا وصلی پر تراشیدہ قلم کو اوندھا کر کے مضبوطی سے پکڑ لیں اور دھاردار چاقو لے کر ایک زاویہ دیں اور چاقو کو قلم کی پیٹھ پر زور سے دبا دیں۔ زاویہ کتنا ہو؟ اس کے لیے استاد سے مشورہ ضرور کریں۔ ہر فرد اور خط کے لیے زاویہ کی کمی زیادتی میں فرق ہوتا ہے۔ اور یہ ہر خطّاط کی صوابدید پر منحصر ہے۔
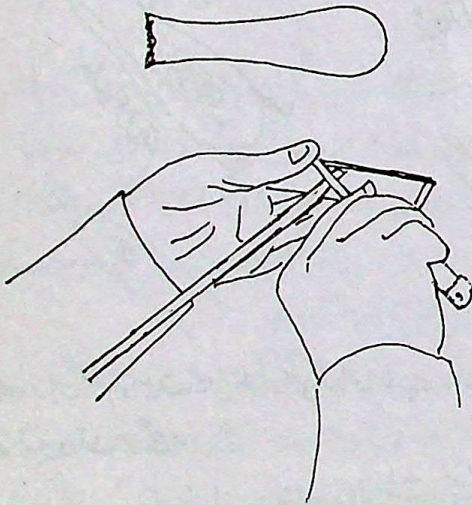
جب قلم میں قط لگ گیا تو اس کی پشت پر اُسی چاقو سے تصویر
میں بتائے ہوئے نمونے کے مطابق قلم کی سخت چھال کو تراش دیجیے۔
اور پھر اسے اُلٹ کر تراشیدہ حصّے کو اپنی طرف کرکے چاقو کی نوک
سے قط کے وسط میں ایک چھوٹا سا شگاف دے دیجیے۔ لیجیے! اب آپ
کا قلم لکھنے کے لیے تیار ہے۔ سیاہی میں ڈبونے سے پہلے اچھی طرح سے
دیکھ لیجیے کہ کہیں ریشے وغیرہ تو باقی نہیں رہ گئے ہیں۔ ورنہ لکھائی کا
مزہ جاتا رہے گا اور تحریر میں بھدا پن پیدا ہو جائے گا۔ اگر کسی وجہ
سے آپ لوہے کا نب استعمال کر رہے ہیں تو پھر اس مرحلے سے آنے کی ضرورت نہیں۔

قطّ
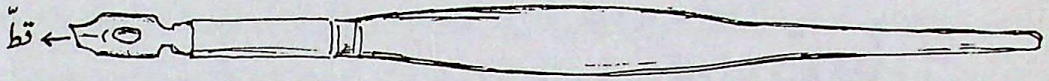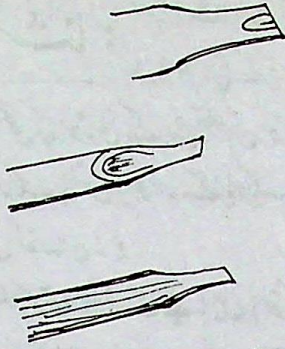
(لوہے کا نب لگا قلم)

قلم کا تعارف :

"قلم گوید کہ من شاہِ جہانم"۔ قلم کہتا ہے کہ میں دنیا کا بادشاہ ہوں۔ قلم خطّاط کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ اس سے صرف حروف و الفاظ ہی نہیں بنتے بلکہ وہ قواعدِ خطّاطی کے تحت حروف کے ناپ تول کا آلہ بھی ہے۔ قلم میں سب سے اہم چیز اُس کا قط ہے۔ فارسی زبان میں قلم کے لیے نیزہ کا لفظ بھی مستعمل
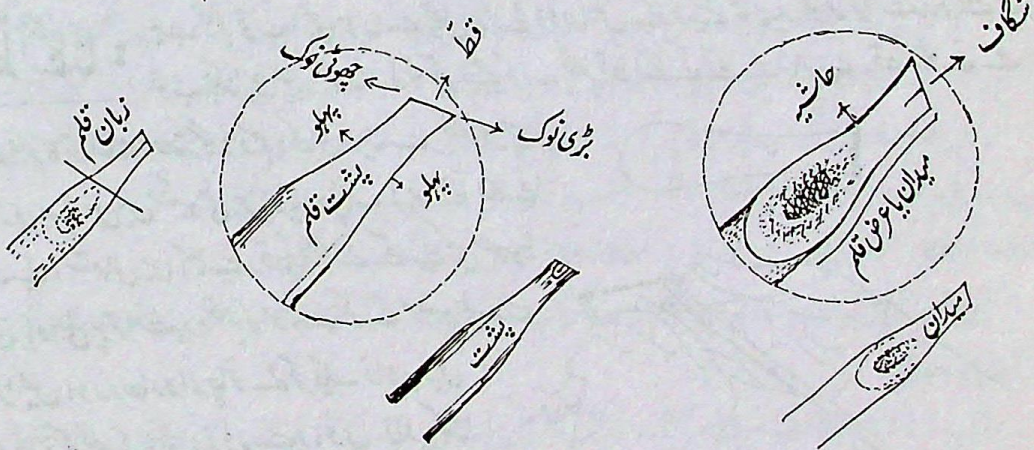
ہے۔ زبانِ قلم کو سیف یعنی تلوار بھی کہا جاتا ہے۔ مندرجہ بالا تصاویر سے آپ قلم اور بطورِ خاص نوک قلم کی مفصّلات سے بخوبی واقف ہو گئے ہوں گے۔

سیاہی :

ایک زمانہ وہ تھا جب نو مشقوں کو روزانہ گھنٹوں کے حساب سے سیاہی کے لیے کاجل اور مختلف رنگوں کو پانی میں گھولنا پڑتا تھا۔ پھر اس میں مختلف کیمیاجات ملائے جاتے تھے۔ لیکن زمانے کی

ترقی نے آج کل نوآموزوں کو اس مشقت سے آزاد کروا دیا ہے۔ اب بازار میں تیار شدہ (Ready made) سیاہیوں کا چلن عام ہوگیا ہے اور کتابت آموزی کا یہ سب سے اوّلین اور مشکل مسئلہ حل ہوگیا۔ آج سے چند ہی برس پہلے لیتھو کا چلن عام تھا۔ بلکہ ملک میں بعض جگہوں پر آج بھی لیتھو کی طباعت کا چلن باقی ہے۔ لیتھو طباعت کی سیاہی سازی بھی اپنے آپ میں ایک بڑا کمال تھا اور روزانہ اسے اُبالنا اور چھاننا پڑتا تھا۔ لیکن آج کل آفسیٹ کی طباعت نے لیتھو کی جگہ لے لی ہے اور چھوٹی بڑی کتابیں اور اشتہارات اسی طریقۂ طباعت سے آراستہ ہوکر بازار میں آنے لگے ہیں۔

کاتب چاہے نوآموز ہو یا پیشہ ور، سیاہی البتّہ دونوں کے لیے یکساں ضروری ہے۔ بغیر سیاہی کی کتابت بے معنی ہے۔ بازار میں مختلف قسم کی سیاہیاں دستیاب ہیں۔ کمپنیوں کی بنی ہوئی مستقل (Permanent) سیاہیوں سے لے کر پانی میں گھول کر بنائی جانے والی پاوڈر یا ٹکیہ والی سیاہی بھی کام میں لائی جاسکتی ہے۔ آفسیٹ کی کتابت دو طریقوں سے ہوتی ہے۔ ایک تو آرٹ (چکنے) کاغذ پر لکھا جاتا ہے۔ دوسرے ٹریسنگ یا بٹر (شفّاف) کاغذ پر لکھا جاتا ہے۔ دونوں طریقوں میں گہرا سیاہ رنگ درکار ہوتا ہے۔ آرٹ کاغذ پر آفسیٹ کے لیے لکھنے کے بعد اس کا عکس کیمرے کے ذریعے فلم پر لیا جاتا ہے لیکن شفّاف کاغذ پر لکھی گئی تحریر بغیر فلم بنے آفسیٹ کی چھپائی کی پلیٹ پر پہنچ جاتی ہے۔ اور بٹر پیپر پر لکھی تحریر اور آرٹ ورک اسکرین پرنٹنگ کے لیے بھی مفید ثابت ہوتی ہے۔ اس لیے یہاں بہت گہری اور غیر شفاف سیاہی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ آفسیٹ کے کاموں کے لیے مختلف کمپنیوں کی واٹر پروف یا Fount سیاہی آزمودہ ہے اور اس سے اچھے نتائج آتے ہیں۔

نوآموز افراد کے لیے فاؤنٹن پین میں استعمال کی جانے والی سیاہی بھی ابتدائی دنوں میں استعمال کی جاسکتی ہے۔ لیکن اسے مستقل طور پر استعمال نہیں کیا جاسکتا، اس لیے جہاں تک ہوسکے واٹر پروف سیاہی سے لکھنے کی مشق ضروری ہے۔

سیاہی مختلف رنگوں میں بھی دستیاب ہے۔ غیر طباعتی مسوّدات لکھنے کے لیے رنگین روشنائی کا بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

کاغذ: قلم سیاہی اور روشنائی کی طرح کاغذ بھی ایک بہت ہی اہم چیز ہے۔ ان دنوں بازار میں مختلف قسم اور موٹائی کے کاغذ دستیاب ہیں۔ نوآموز کے لیے ضروری ہے کہ وہ تھوڑا چکنا فل اسکیپ سائز کا کاغذ استعمال کرے۔ اس کے لیے کریم واؤ (Cream Vow) کاغذ بہتر رہے گا۔ لیکن جب خوب مشق ہوجائے تو استاد کے مشورے سے آرٹ کاغذ اور بٹر (ٹریسنگ) کاغذ کا استعمال بھی کیا جاسکتا ہے۔

زیرِ مشق: فنِ کتابت کے لیے کئی باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ جس پیڈ پر کاغذ رکھ کر لکھا جاتا ہے اسے زیرِ مشق کہتے ہیں۔ یہ دراصل کئی کاغذوں کو تہہ کرکے بنایا جاتا ہے۔ زیرِ مشق نہ بہت موٹا ہو نہ بہت پتلا۔ نہ بہت سخت ہو اور نہ بالکل لجلجا۔ اس کے لیے سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ کسی اخبار کے ۸ صفحات لے کر ان کی چار تہیں کرلی جائیں اور اس پر ایک صاف ستھرا سفید کاغذ چڑھا لیا جائے۔ لکھے جانے والے کاغذ کو کسی کلپ کے ذریعے اس پر لگا لیا جائے۔ بعض

لوگ زیرِ مشق کو لکڑی یا دفتی پر کاغذ مڑھ کر لکھنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک زیرِ مشق کو لچیلا ہونا چاہیے تاکہ کتابت کے دوران بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے زیرِ مشق کو بھی الفاظ و حروف کی گردش و بہاؤ کے ساتھ موڑا جا سکے۔

گرفتِ قلم اور نشستِ خطّاط

گرفتِ قلم : بعض لوگ عام لکھائی کے لیے بھی قلم کو اِس مضبوطی سے انگلیوں میں پکڑ لیتے ہیں جیسے وہ قلم نہیں بلکہ سرکش گھوڑا ہو اور بے قابو ہو کر نکل بھاگنا چاہتا ہو۔ قلم کے ہاتھ میں آتے ہی اُن کی آنکھیں تن جاتی ہیں، زبان باہر نکل کر دانتوں کے بیچ میں دبالی جاتی ہے اور جسم کی ہئیت یوں بن جاتی ہے جیسے میدانِ جنگ میں جہاد کر رہے ہوں۔ خوشنویسی ایک نہایت نفیس اور فنونِ لطیفہ کی معراج پایا ہوا فن ہے۔ قلم کو پکڑنے والے ہاتھ سبک ہوں اور قلم کو نہایت نرمی سے انگلیوں کی گرفت میں لایا جائے۔

دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کے درمیان قلم کو پکڑ کر بقیہ تین انگلیوں میں سے درمیانی انگلی سے نیچے سے قلم کو سہارا دیا جائے۔ یعنی قلم دراصل تین انگلیوں سے ہی پکڑا جاتا ہے اور باقی ماندہ دو انگلیاں بالترتیب درمیانی انگلی اور زیرِ مشق کے درمیان سہارنے کا کام کرتی ہیں جیسا کہ تصویر میں دکھایا گیا ہے۔ قلم کے طول کو شہادت کی انگلی کی جڑ یعنی آخری سرے پر ٹکا دیا جائے۔ قلم کی گرفت میں اعتدال ضروری ہے۔ نہ بہت زیادہ سخت گرفت ہو اور نہ بالکل ہی ہلکی۔
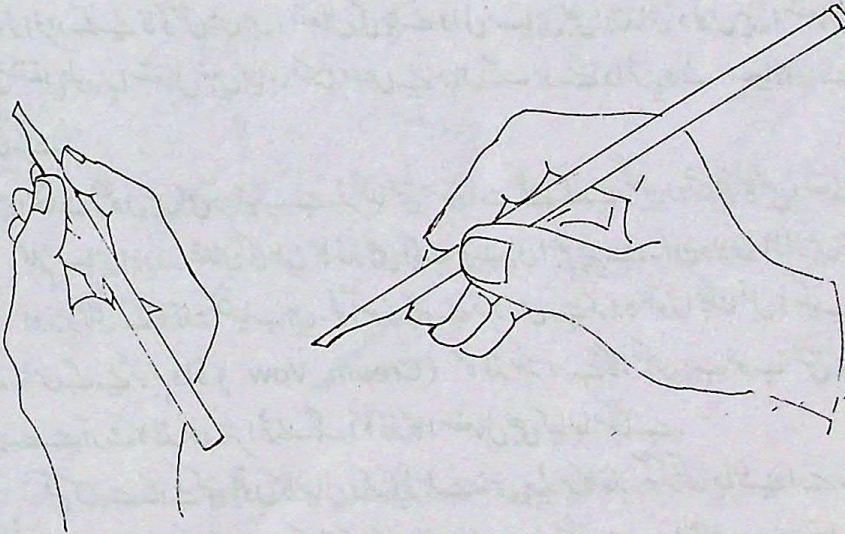
نشستِ خطّاط : قدیمی خطّاط زمین پر بیٹھ کر لکھنے کے عادی ہیں اور اسی کی تاکید بھی کرتے ہیں۔ کاغذ اور آنکھوں کے درمیان تقریباً ۳۰ سینٹی میٹر (۱۲ انچ) کا فاصلہ ہو۔ جسم میں جتنا

سمٹاؤ ہوگا خط اتنا ہی بہتر نکھرے گا۔ بدن کے سمٹاؤ کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اعضاء پر کسی قسم کا تناؤ پڑے بلکہ نہایت آرام و سکون کے ساتھ بیٹھ کر دھیان اور توجّہ کو پورے طور پر فن پر مرکوز کر دیا جائے۔ بہتر ہوگا یہ فرشی نشست بالکل زمین پر نہ ہوتے ہوئے ذرا کسی بلند چبوترے یا دیوان وغیرہ پر ہو۔ اس میں سہولت یہ ہوتی ہے کہ جب کاتب ذرا سستانا چاہے تو پیر لٹکا بھی سکتا ہے۔ اور ملاقاتیوں کو کرسی پر بھی بٹھایا جا سکتا ہے تاکہ احترامِ خط و خطّاط و مسوّدات باقی رہے۔

ان دنوں اکثر ممالک میں میز کرسی پر بیٹھ کر کتابت کرنے کا رواج بھی عام ہو چلا ہے۔ ایسی صورت میں زیرِ مشق کو میز پر یا کرسی پر پیر کو دو زانو کر کے اس پر رکھ کر بھی لکھا جا سکتا ہے۔ اگر میز پر رکھ کر لکھنا ہو تب زیرِ مشق کو سخت رکھنا پڑتا ہے۔

(میز کرسی کی نشست)

(فرشی نشست)

باب سوم:
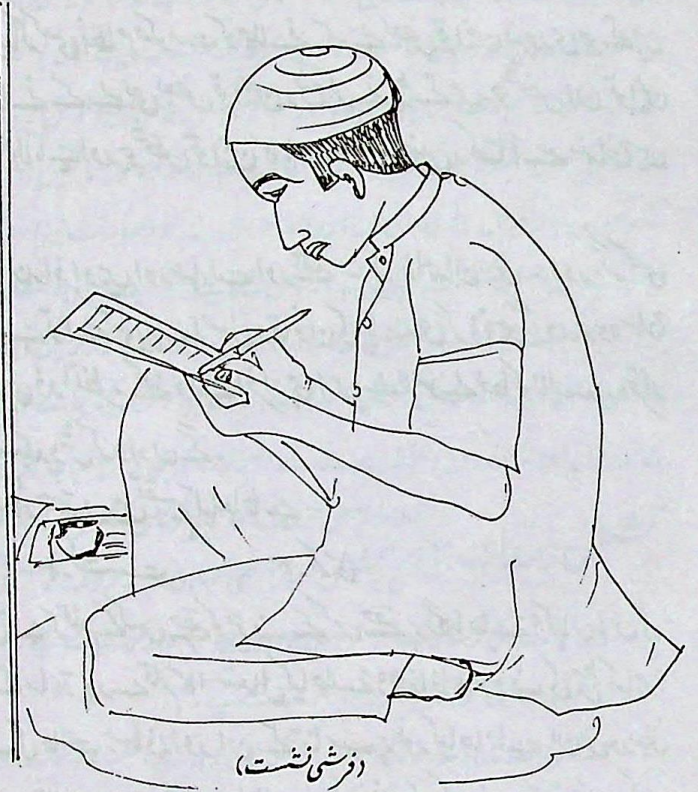
اصول و قواعدِ خطّ

فنِ کتابت یا خطّاطی چونکہ ایک مستقل فن ہے اس لیے قدیم اساتذہ نے اس کے کچھ اصول و قواعد مقرّر کر دیے ہیں تاکہ اس فن کا تحفّظ ہو سکے اور حسن و زیبائش کے اعتبار سے بھی دیکھنے والوں کے لیے پُرکشش ہو جائے۔ ان ہی اصولوں کو فنِّ کتابت میں قواعد کہتے ہیں۔ جیسا کہ کسی نظامِ حکومت کو چلانے کے لیے بعض قوانین ضروری ہوتے ہیں بالکل اسی طرح کسی فن کو اَبدی اور آفاقی بنانے کے لیے بھی بعض قوانین وضع کرنے پڑتے ہیں۔ جو شخص ان قوانین کی پاسداری کرتا ہے وہ اچھا اور نیک شہری کہلاتا ہے اور جو شخص قوانین کا پاس و لحاظ نہیں رکھتا اُسے سماج میں رہنے کا حق نہیں۔

بالکل اسی طرح الفاظ اور حروف مانندِ افراد ہیں اور عبارات اور جملے بمنزلۂ خاندان ہیں، اور اگر کسی خاندان کو یا فردِ خاندان کو سماج میں بنے رہنا ہے تو اسے کسی ایک اصول و قانون کی پابندی کرنی ہوگی ورنہ وہ سماج میں ٹک نہیں پائے گا اور خطّاطان سے پہلے ہی ذرا نظر رکھنے والے افراد ہی اس بے اصولے خط کو ناپسندیدہ قرار دے کر اُس خطّاط کو دنیائے کتابت سے سبکدوش کروا دیں گے۔

فنِ کتابت کے قواعد کو عام طور پر چار حصّوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

۱۔ اصول، ۲۔ تناسب، ۳۔ نشست، ۴۔ کرسی

۱۔ اصول و قواعد میں یہ بات بتائی جاتی ہے کہ قلم کے کس حصّے کو حرف کے کس حصّے پر لگایا جائے؟ کہاں اس کی نوک کا استعمال کیا جائے اور کہاں قوت کے ساتھ پورے قلم کا استعمال کیا جائے؟ الفاظ و حروف کی سطح کیا ہو؟

۲۔ تناسب کے دَوران الفاظ و حروف کی حالتِ جسمانی اور اُن کے تناسب پر غور کیا جاتا ہے۔ ان میں درمیانی فاصلہ، حروف کی لمبائی اور گولائی کے قواعد مثلاً ج چ ح خ اور ط ظ، ع غ وغیرہ کی یکسانیت کو قائم رکھنے کے لیے کیا طریقے اختیار کیے جائیں اور ان کا میزان کیا ہو؟ اسی طرح کسی عبارت کو خوبصورت بنانے کے لیے اس میں کہاں کشش اور مدّات قائم کیے جائیں، دندانے اور شوشوں، حلقوں اور دوائر میں مناسبت کیسی ہو؟ ان تمام چیزوں کا تناسب کے تحت اعادہ کیا جاتا ہے۔ اس میں خط کی ضخامت اور اس کی سطح و حجم کے میزان مقرّر کیے جاتے ہیں۔ کسی حرف کا طول، عرض، دائرہ اور قطر وغیرہ کتنا ہو؟ اس کے لیے میزان مقرّر کیے جاتے ہیں تاکہ حروف کی یکسانیت قائم رہے۔

کسی بھی میزان کو مقرّر کرنے کے لیے اساتذۂ فن نے نقطے کو مرکز اور اصل مانا ہے اور نقطے کی بنیاد قلم کا قط ہے۔ حروف کے تمام میزان و اسالیب نقطوں کی تعداد پر طے کرتے ہیں۔ ہندستانی اساتذۂ نستعلیق کی پیمائش قط سے ہی کرتے ہیں۔

بعض اساتذۂ فن کا کہنا ہے کہ حروف نقطے سے وجود میں آئے ہیں۔ نقطہ ہی حروف کی اصل ہے۔ یہی نقطے جب آپس میں ملتے ہیں تو الف وجود میں آتا ہے اور آدمی کا قد الف کی طرح ہے اس لیے کہا جاتا ہے کہ الف کی حرکات و سکنات سے ہی تمام حروف وجود میں آئے ہیں۔

نقطے کو حروف اور عبارات کا اندازہ لگانے کے لیے میزان کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ حروف و کلمات کے درمیانی فاصلے کو ناپنے کے لیے بھی نقطہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اساتذہ نے فاصلوں کو ناپنے کے لیے نقطوں کا ہی ذکر کیا ہے۔ نقطوں کے ذریعے درمیانی فاصلوں کو ناپنے کا طریقہ سب سے پہلے ابنِ بوّاب نے شروع کیا۔

۳۔ الفاظ و عبارت میں باہمی ربط اور ہم آہنگی اور خوشنمائی و خوش زیبائی نیز ان کی آمیزش و اعتدال، سطور کے درمیانی فصل، کلمہ و جملہ کی خوبی و وضع اس طرح سے ہو کہ وہ خوشنما لگیں اور ذوقِ صحیح اور طبعِ سلیم پر بار نہ گزریں، جن اصولوں کے تحت یہ باریکیاں طے کی جاتی ہیں اور الفاظ، حروف اور عبارات نیز اشعار و مصرعوں کو تحریر کے درمیان جو جگہ تفویض کی جاتی ہے دراصل نشست کہلاتی ہے۔ اس کے لیے "ترکیب" کی اصطلاح بھی استعمال کی جاتی ہے۔

نشست یا ترکیبِ خط میں حرکات، اعراب، علامات اور تزئین کی خاطر لگائے گئے نشانات کی جگہوں کا تعیّن کیا جاتا ہے۔ اس میں حروف کی کشش (مدّ) کے پیمانے بھی وضع کیے جاتے ہیں اور ان کے مقام اور ضرورت کے تحت ان کے موزوں اور ناموزوں (غلط) ہونے کے اصولوں کو بھی وضع کیا جاتا ہے۔

کشش (مدّات): خطاط بعض حروف کو کھینچ کر یعنی کشش کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حروف کی کتابت کے دوران لگائی گئی یہ کشش "مدّ" بھی کہلاتی ہے۔ حروف کو کشش کے ساتھ لکھنے کی کئی وجوہات ہیں۔

۱۔ عبارت کی یکسانیت (Monotony) دور کرنے کے لیے۔

۲۔ عبارت میں حسن و زیبائش پیدا کرنے کے لیے۔

۳۔ کسی لفظ میں آنے والے حروف کی تکرار کی وجہ سے اشتباہ (شک) کو رفع کرنے کے لیے مثلاً کوشش وغیرہ۔

۴۔ عبارات یا اشعار میں جگہ پُر کرنے اور سطور کو صف بند (Align) کرنے کے لیے مثلاً:

دُشنامِ یار طبعِ حزیں پر گراں نہیں
اے ہم نشیں نزاکتِ آواز دیکھنا

سین اور شین کے دندانوں کی کشش کبھی کبھار لفظ کے درمیان بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ خطِ نستعلیق کے ماہرین نے اسے جائز گردانا ہے۔ مثلاً: نستعلیق، شکستہ، پسند، کشش وغیرہ۔ لیکن اسی کشش کو ہم مندرجہ ذیل الفاظ میں لگائیں گے تو یہ کشش معیوب گردانی جائے گی مثلاً مسجد، سحر، مسکہ، مُتکبّر، حمید، مستعلَم وغیرہ۔ دیکھیے ان کلمات میں سین، میم یا عین کی

کشش کہاں پڑے گی۔ مسجد، سحر، متکبّر، حمید، متعلّم وغیرہ، کیونکہ اگر سحر پر اوپر نیچے نقطے لگادیے جائیں تو یہ لفظ سنجر پڑھا جائے گا اور حمید جمشید ہوجائے گا۔

ذیل میں بعض الفاظ کی کشش کی فہرست درج ہے۔ جس میں اس صحیح اور غلط ہونے کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اِس کا تعلق چونکہ اصولِ نشست سے ہے اس لیے ہم انھیں یہیں درج کیے دے رہے ہیں۔

صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط
انجنیر	انجـنیر	صفا	صـفا	پاکیزہ	پاکـیزہ
شجر	شـجر	منقار	منـقار	مفید	مفـید
محیط	محیـط	مہتاز	مہـتاز	سفر	سـفر
برہنہ	برہـنہ	رہنما	رہنمـا	رہبر	رہـبر
بعد	بـعد	ہوشیار	ہوشـیار	احمد	احـمد
ڈاکٹر	ڈاکـٹر	سر	سـر	چند	چـند
مجنون	مجنـون	سبق	سـبق	احمر	احـمر
محتاج	محـتاج	سیاق	سیـاق	سابقہ	سابـقہ
چغد	چـغد	مجید	مجـید	فکر	فکـر
صباح	صبـاح	مسجد	مـسجد	اجمل	اجـمل

تعلیمِ خطِ نستعلیق

عربی، فارسی یا اُردو تحریر کے لیے جو خطوط رائج ہیں ان کی متعدد شکلیں، قسمیں اور نام ہیں۔ طلبہ کی سہولت کی خاطر ہم ان میں سے صرف معروف خطوط کے نام درج کیے دیتے ہیں اور مقابل کے صفحے پر ہر خط کی ایک تختی (الف تا یائے) جدولی ترتیب سے درج کیے دیتے ہیں۔ اِن کی تعلیم اور ان خطوط میں مہارت حاصل کرنا طلبہ کی اپنی دلچسپی اور اساتذہ کی صوابدید پر موقوف ہے۔ تاہم اس کتاب میں صرف خط نستعلیق کی تعلیم پر اکتفاء کرتے ہیں۔

خطِ نستعلیق کی مشق شروع کرنے سے پہلے لازم ہے کہ مختصر معلومات ہم خطِ نستعلیق کی ایجاد اور اس کی ہیئت کے بارے میں طلبہ کو دیتے چلیں۔

اب تک کی تحقیقات کے مطابق یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ اس خط کی ایجاد کا سہرا مشہور ایرانی خطّاط ملّا میر علی تبریزی کے سر ہے۔ اس کا زمانہ ۷۳۱ھ مطابق ۱۳۳۰ء سے ۸۰۷ھ مطابق ۱۴۰۵ء تسلیم کیا جاتا ہے خواجہ میر علی تبریزی

نے یہ خط کیونکر ایجاد کیا اور اس کی توجہ اس خط کی طرف کیونکر منعطف ہوئی اس کے متعلق متعدّد روایات ہیں۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ اس نے نسخ اور تعلیق کے ملاپ سے ایک نیا خط ایجاد کیا، اسی کو نستعلیق کہتے ہیں۔ برّصغیر میں اردو کی اشاعت کے لیے ہمارے بزرگوں نے جس خط کو اختیار کیا ہے وہ یہی خطِ نستعلیق ہے۔

خواجہ میر علی تبریزی کے بعد اس کے شاگردوں نے اس خط کو مزید ترقی دی۔ ایران کے راستے یہ خط افغانستان پہنچا اور صوبۂ سرحد سے ہوتا ہوا ہندستان آیا۔ ہندستان پہنچ کر اس خط نے مزید ترقی کی۔ غیر منقسم ہندستان میں لاہور، کشمیر، دہلی، لکھنؤ، حیدرآباد اور کلکتہ وغیرہ اس خط کے بڑے بڑے مراکز تھے۔ ان علاقوں کے اساتذۂ فن نے اس میں مزید موشگافیاں کیں، یہاں تک کہ فنِ خطّاطی کے بنیادی اصولوں کے تحت لاہور، دہلی، لکھنؤ، حیدرآباد اور کلکتہ وغیرہ کے طرزِ تحریر کو دیکھ کر ہی بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ خط کس علاقے کا ہے۔ رفتہ رفتہ اس فن میں اتنی ترقی ہوئی کہ دہلی اور لاہور خطِّ نستعلیق کے دو الگ "اسکول" بن گئے۔

لاہوری خط کے دائرے بَیضوی (لمبوترے گول) ہوتے ہیں جبکہ دہلوی خط میں حروف کے دائرے آفتابی، یعنی بالکل گول ہوتے ہیں یہی کیفیت لکھنؤ، کشمیر، کلکتہ اور حیدرآباد وغیرہ خط کے ساتھ بھی ہے۔

علاقائی اعتبار سے خط کے اصولوں اور قواعد میں فرق تو پایا ہی جاتا ہے لیکن ایک ہی اسکول کے مختلف شاگردوں کے درمیان بھی فرق کا پایا جانا لازمی ہے۔ یہ کوئی عیب نہیں بلکہ خوبی ہے۔ طرزِ تحریر میں تھوڑا بہت اختلاف ہر شخص کی اپنی انفرادیت، اس کے اعضاء اور جسمانی ساخت پر مبنی ہے۔

خطِ نستعلیق کی ساخت میں اعضائے انسانی و حیوانی کی جھلکیاں پائی جاتی ہیں۔ "ل" کا پر تو اگر زلف کی لٹ ہے تو دوچشمی "ھ" ناک نتھنے ہیں۔ اسی طرح "ہ" حلقۂ ناف، "ص" کا سر آنکھ کی مانند تو "س" کے دندانے دانتوں کے سروں کی مانند ہیں۔ اسی طرح "ب"، "ک" اور "س" وغیرہ کی مثالیں دست و بازو کی ساخت سے ہیں۔

اعضائے انسانی کے علاوہ اگر آپ غور کریں تو پتہ چلے گا کہ ان میں حیوانات کی جھلکیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ پرندوں میں مرغابی اور بط کے بعض اعضاء میں پوشیدہ حروف کی اشکال ملاحظہ ہوں:
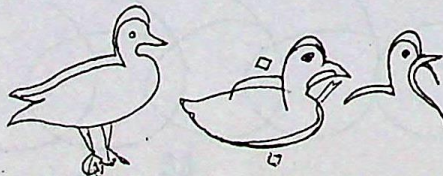
خطِ نستعلیق چونکہ اپنے آپ میں مکمل اور جامع خط ہے اس لیے علمائے فن نے اسے "عروس الخط" یا "احسن الخط" کے نام سے بھی یاد کیا ہے۔ اس میں بے جا نقاط اور غیر ضروری کششیں نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ایک گونہ مختصر نویسی (Shorthand) کا بھی کام دیتا ہے۔ اس کی تحریر کے دوران ہر حرف اپنی شکل بدلتا ہے۔ یہاں تک کہ جوڑوں اور پیوندوں کے درمیان حروف کی شکلیں کچھ سے کچھ بن جاتی ہیں۔ اس لیے اس خط کی تعلیم کے دوران نو آموز کے لیے بہت زیادہ مشق ضروری ہے۔ جتنی زیادہ مشق ہوگی خط کی تہذیب میں اتنی ہی زیادہ نفاست، گٹھاؤ اور فن کے حصول میں اتنی ہی عجلت واقع ہوگی۔

نو آموز کے لیے روزانہ کئی گھنٹے مناسب وقفوں کے بعد مشق کرنا ضروری ہے۔

می نویس و می نویس و می نویس

خط نویسی کی باقاعدہ مشق شروع کرنے سے پہلے ہاتھ میں پنسل لے کر مندرجہ ذیل طرز پر مشق کریں۔
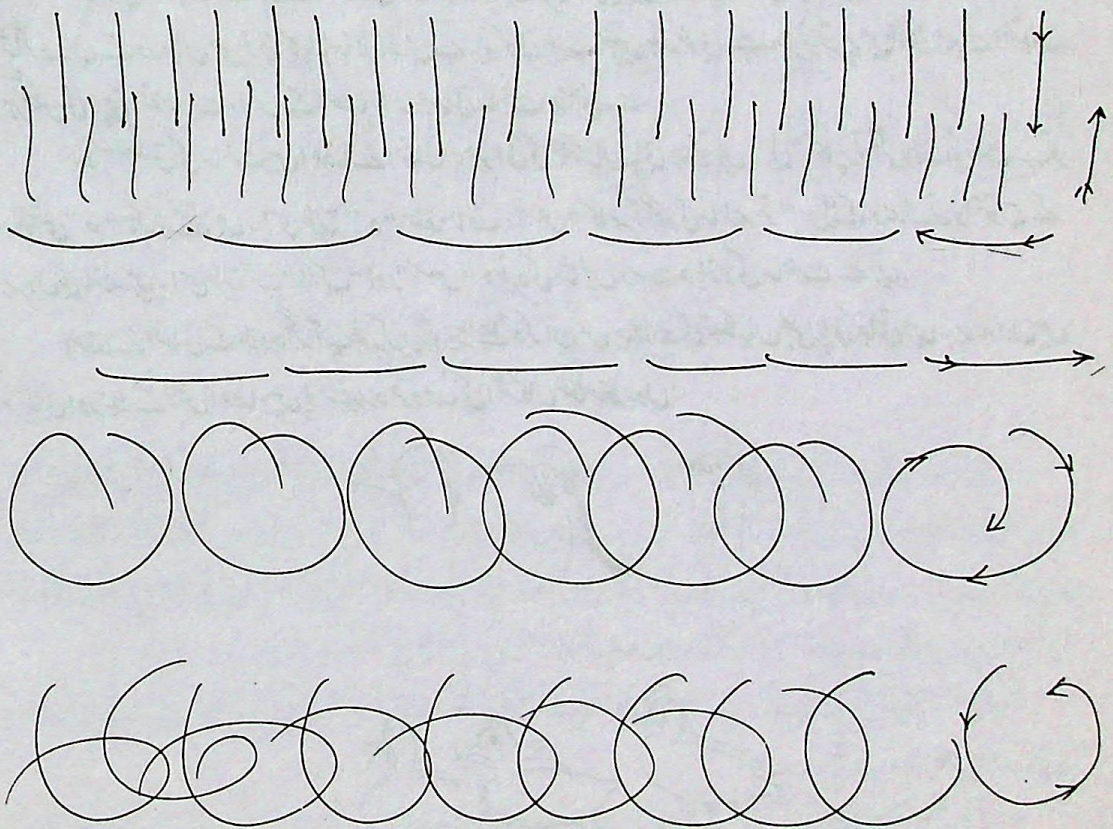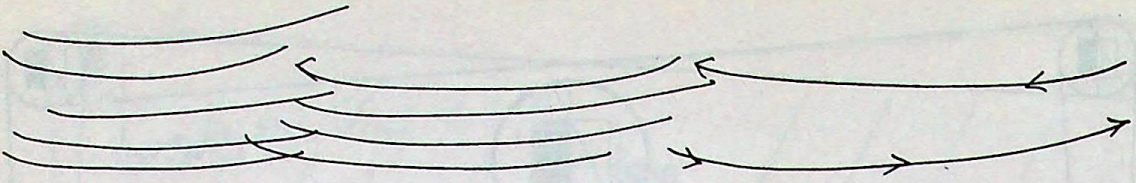
کاغذ زیادہ درکار نہ ہو اس لیے پہلے یہ خطوط اور دائرے ایک ہی کاغذ پر بڑے بڑے بنائے جائیں اور رفتہ رفتہ چھوٹے دائروں اور خط کی طرف قلم چلانے کی کوشش کی جائے۔ انھیں اولاً غیر منقطع بھی کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً:
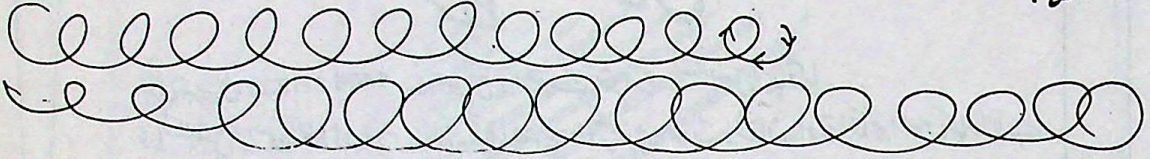
خط نستعلیق

میر علی تبریزی 1330ء تا 1405ء نے خط نسخ و تعلیق کے امتزاج سے نستعلیق ایجاد کیا۔
خط نستعلیق کو احسن الخط اور عروس الخط کہا گیا ہے۔ یہ خط دیکھنے میں صاف و شفاف اور تراشا ہوا محسوس کیا جاتا ہے۔
خط نستعلیق کے حروف سیدھے، گول اور کشش میں خطاطی کے قلم سے یک لخت بنتے ہیں۔
موٹے اور باریک کا امتزاج عیاں ہوتا ہے جو اچھا لگتا ہے خط نستعلیق میں بہت باریک نوک، آدھے قلم سے پیوند اور پورے (دم) قط سے بنے پیالے اور کشش کے ساتھ سطح و دائرے خوب بنتے ہیں۔
اس خط میں بھی پیمائش اوزان کے لیے وہی قلم استعمال کیا جاتا ہے جس سے خطاطی کی گئی ہو۔
الف، لام الف یا لام وغیرہ میں پرچم نہیں لگائے جاتے۔ کئی دوسرے خطوں میں الف وغیرہ کے اوپر نقطہ جیسا لگایا جاتا ہے، اساتذہ کے یہاں کوئی خاص نام نہیں بتایا جاتا۔ راقم نے غور و فکر اور تجربہ کے بعد مذکورہ نقطہ کو پرچم کے نام سے موسوم کیا اور رواج دیا۔
الف میں اوپر کی نوک مائل یمین اور نیچے کی نوک مائل یسار اور خط نستعلیق کا الف آدھے قط کا موٹا ہوتا ہے۔
اساتذہ نے سیدھا بھی لکھا ہے۔
خط نستعلیق میں طغرے کم لکھے گئے ہیں لیکن پرکشش ہوتے ہیں۔
اس خط میں کلر کا استعمال کیے بغیر بھی کیلی گرافی پرکشش ہوتی ہے اگر تمثیلی ورک ہو تو کلر کے استعمال سے لاجواب خطاطی وجود میں آتی ہے۔

اس خط میں تھوڑی مشق و محنت اور جستجو کے بعد محسوس کرنے اور دیکھنے والی خطاطی وجود میں آتی ہے۔
خط نستعلیق کے ماہرین کی بڑی تعداد ہے۔ میر علی ہروی، میر عماد الحسنی، سلطان علی مشہدی، آغا عبدالرشید دیلمی، دارا شکوہ، بہادر شاہ ظفر وغیرہ کے علاوہ منشی دیبی پرشاد، منشی محمد شمس الدین اعجاز رقم، منشی جواد حسین، منشی ممتاز جونپوری، منشی محبوب علی، منشی محمد یعقوب سہارنپوری، منشی محمد افضل الرحمٰن بجنوری، منشی امتیاز احمد دیوبندی، شاہ نور سہارنپوری، محمد یوسف دہلوی، عبدالمجید، میر پنجہ کش، لوقان فیاض جامعی (موجد تعلیمی تاش)، فیض مجدد بمبئی، لائق حسین قوی زمرد رقم امروہوی، عبدالقیوم خاں مراد آبادی، منشی محمد ابراہیم و منشی محمود کلکتہ، محمد زکریا ایمنی، عین الحسن حرّی امروہوی، مطیع الرحمٰن دربھنگہ اور راقم کے استاد مولانا اشتیاق احمدؒ دیوبندی و محمد خلیق ٹونکی مرحوم وغیرہ۔

انیس صدیقی
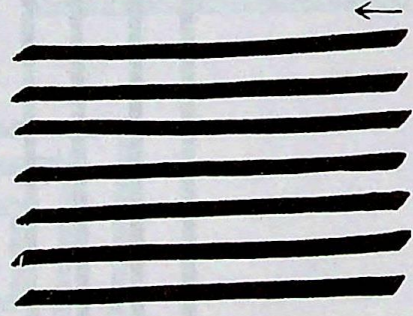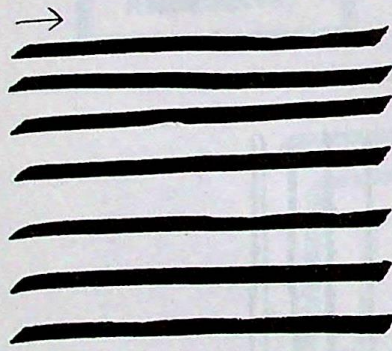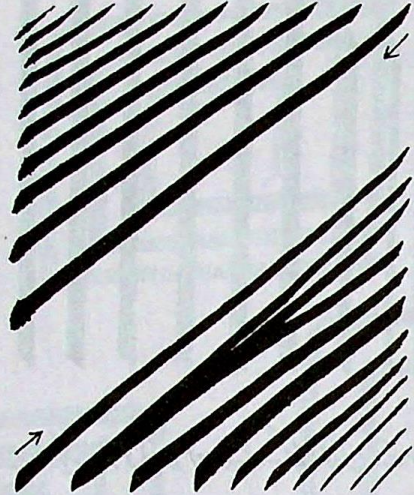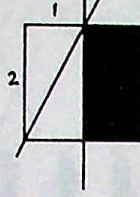
قلم کو ترچھے رُخ پر رکھ کر ہی چلایا جائے ۔
1
2
خوش نویسی کے لیے تیار قلم کو ترچھے رُخ پر رکھ کر دیے گئے نشان کے مطابق لائنیں بنائیں ۔
انیس صدیقی ۔
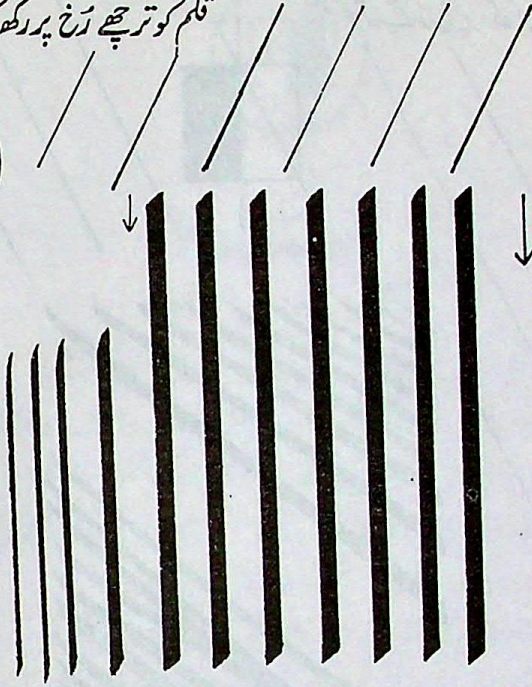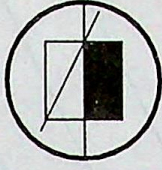
قلم کو ترچھے رُخ پر رکھ کر ہی چلایا جائے ۔
ایک ہی قلم سے باریک و موٹی لائن دیے گئے نشان کے مطابق بنائیں ۔
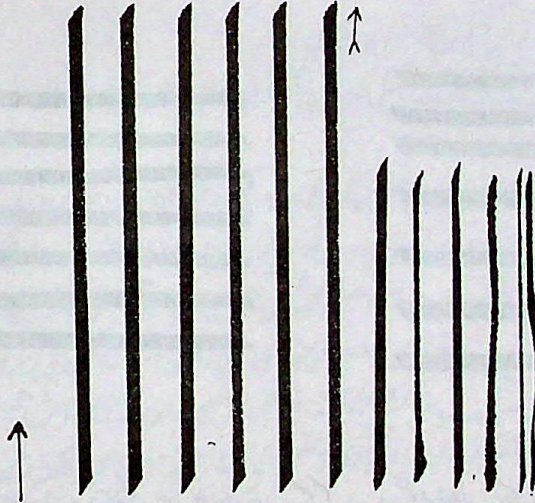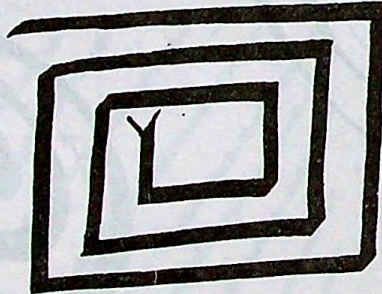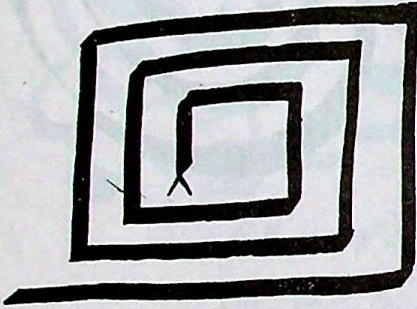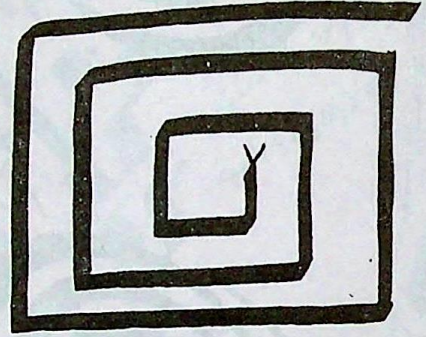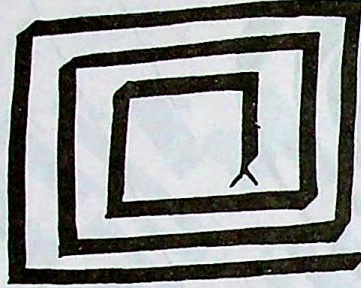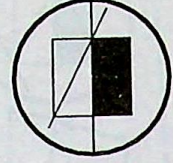
قلم کو ترچھے رُخ پر رکھ کر ہی چلایا جائے ۔
قلم کو نیچے یا اوپر چلائیں اور بکس دیے گئے طریقے کے مطابق بنائیں۔

قلم کو ترچھے رُخ پر رکھ کر ہی چلایا جائے۔
خطّاطی کے قلم سے دیے گئے نقوش (گردشِ قلم) کو بار بار بنایا جائے۔

قلم میں شگاف اب تک اساتذہ نے درمیانِ زبان میں رکھا ہے لیکن تجربہ و تجزیہ کے
بعد یہ ضروری ہوا کہ بڑی نوک کی طرف یعنی قلم کی زبان تین حصّے میں تقسیم کریں تو نوک کی
جانب والے حصّہ میں شگاف ڈالا جائے جس سے کہ آدھے قط کا حصّہ بنانا آسان
ہوتا ہے۔ انیس صدیقی۔
قلم کو ترچھے رُخ پر
رکھ کر ہی چلایا جائے۔
قاعدہ کے مطابق قلم بنا ہے۔ آپ کبھی پورے قلم اور آدھے قلم یعنی
نوک والے حصّہ کو دبا کر دیے گئے انداز سے قلم کو چلائیں۔
مثل آری (دانتے) آدھے قلم
سے بنایا جائے۔
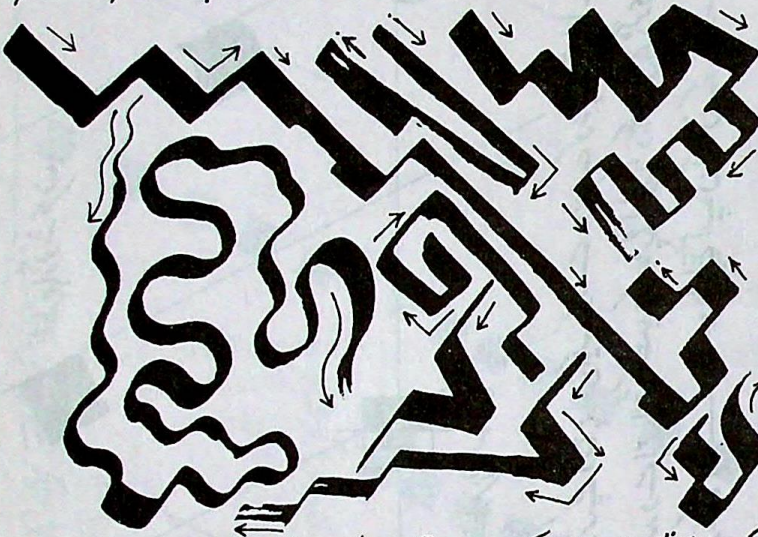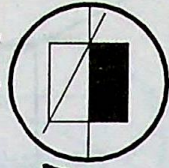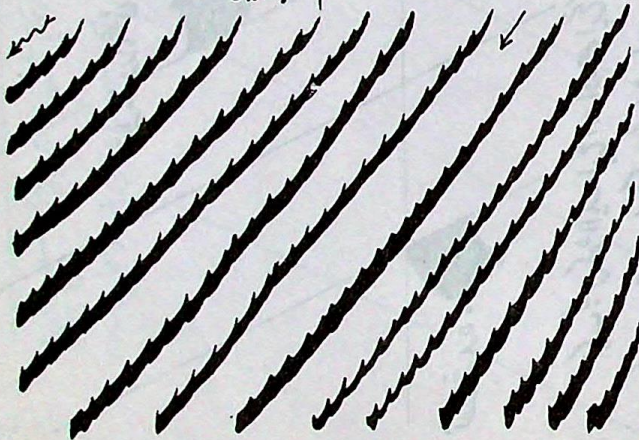
ایک بکس کھڑا ایک اِنچ اور آدھے اِنچ کا بنائیں اور ترچھے رُخ پر یعنی ایک کونہ سے دوسرے کونہ پر احتیاط سے پیمانہ رکھیں اور ترچھے رُخ کی لائن کشید کریں۔ اور ڈی کی مدد سے اس لائن کشیدہ کی جانچ کرلیں، دیکھیں 63 ڈگری کی ہے۔ آپ صرف ڈی کی مدد سے بھی یہ بنیادی لائن کشید کرسکتے ہیں ——— دو طریقے آپ کی آسانی کے لیے دے دیے گئے ہیں ـــ انیس صدیقی موجد طرز جدید۔

پورے صفحہ پر بنیادی لائن کشید کریں
اور قلم کو ٹھیک طرح لائن پر رکھیں ضرورت کے مطابق چلا کر نقطے کی مشق کی جائے۔
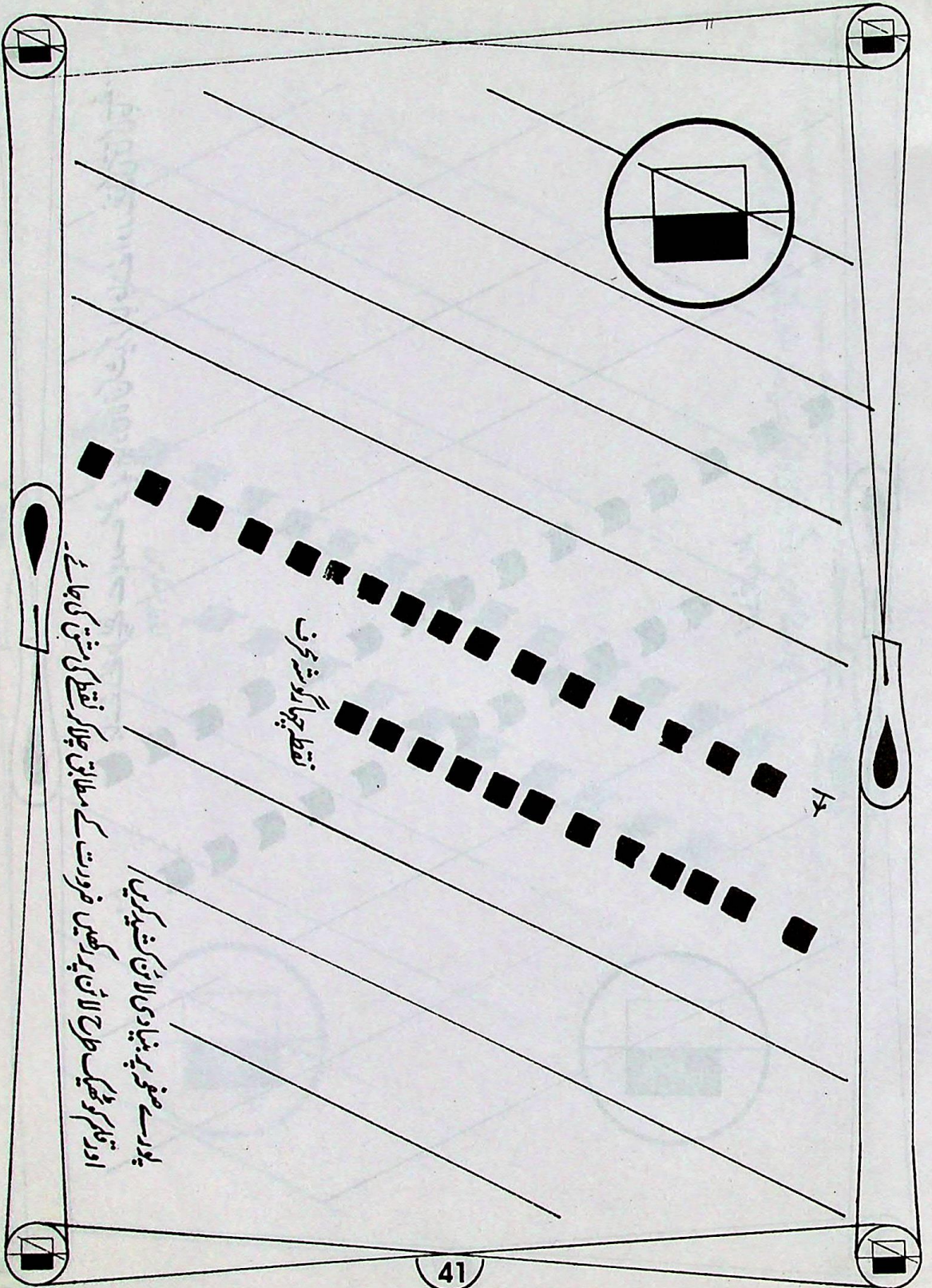
بتائے گئے طریقے سے پورے صفحہ پر بنیادی لائن کشید کر لیا جائے اور نقطے کی مشق کی جائے۔
نقطہ خمید بعلو
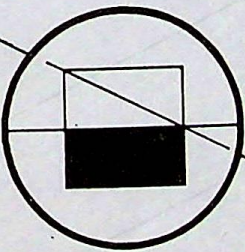
پورے صفحہ پر 63 ڈگری کی لائن کشید کر کے نقطہ مذکور کی مشق کی جائے۔
نقطہ معکوس
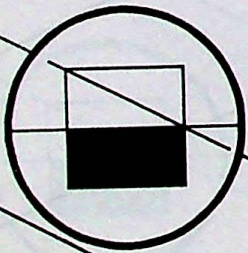
بتائے گئے طریقہ سے 63 ڈگری پر
بنیادی لائن کشید کر لیا جائے اور نقطہ مذکور کی مشق کی جائے۔
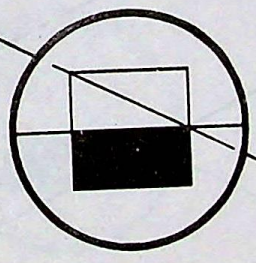
ہدایت کے مطابق بنیادی لائن پر مشق کے قلم سے
نقطہ مذکور کی مشق ہوگی۔

نقطہ خمیدہ
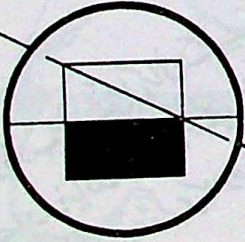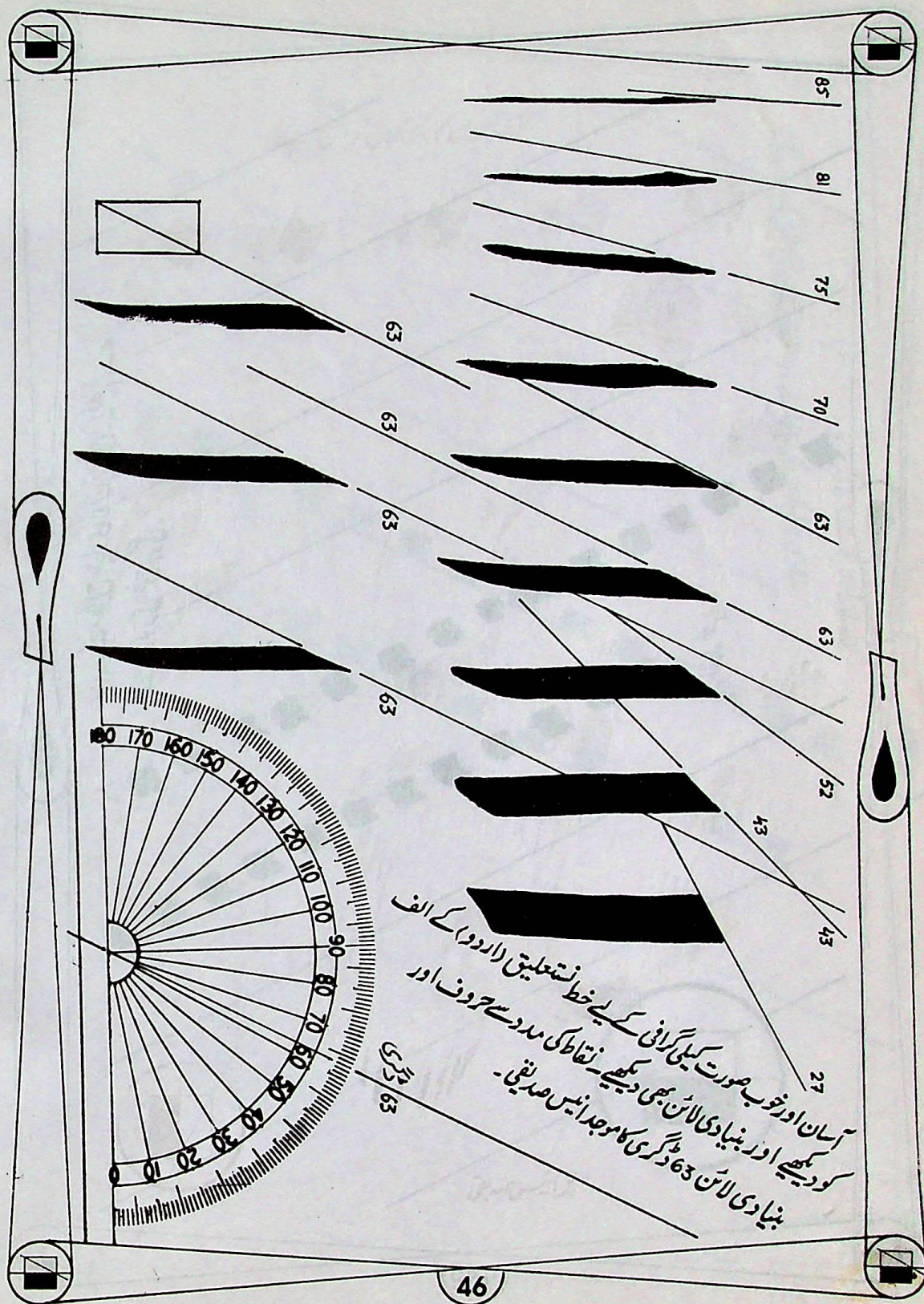
85
81
75
70
63
63
52
43
43
27
63
63
63
63
63 ڈگری
آسان اور خوب صورت کیلی گرافی کے لیے خط نستعلیق (اردو) کے الف
کو دیکھیے اور بنیادی لائن بھی دیکھیے۔ نقاط کی مدد سے حروف اور
بنیادی لائن 63 ڈگری کا موجد انیس صدیقی۔
180 170 160 150 140 130 120 110 100 90 80 70 60 50 40 30 20 10 0

نقطہ خمیدہ بطن، ع اور ے دراز کے لیے۔
رقمہ انیس صدیقی
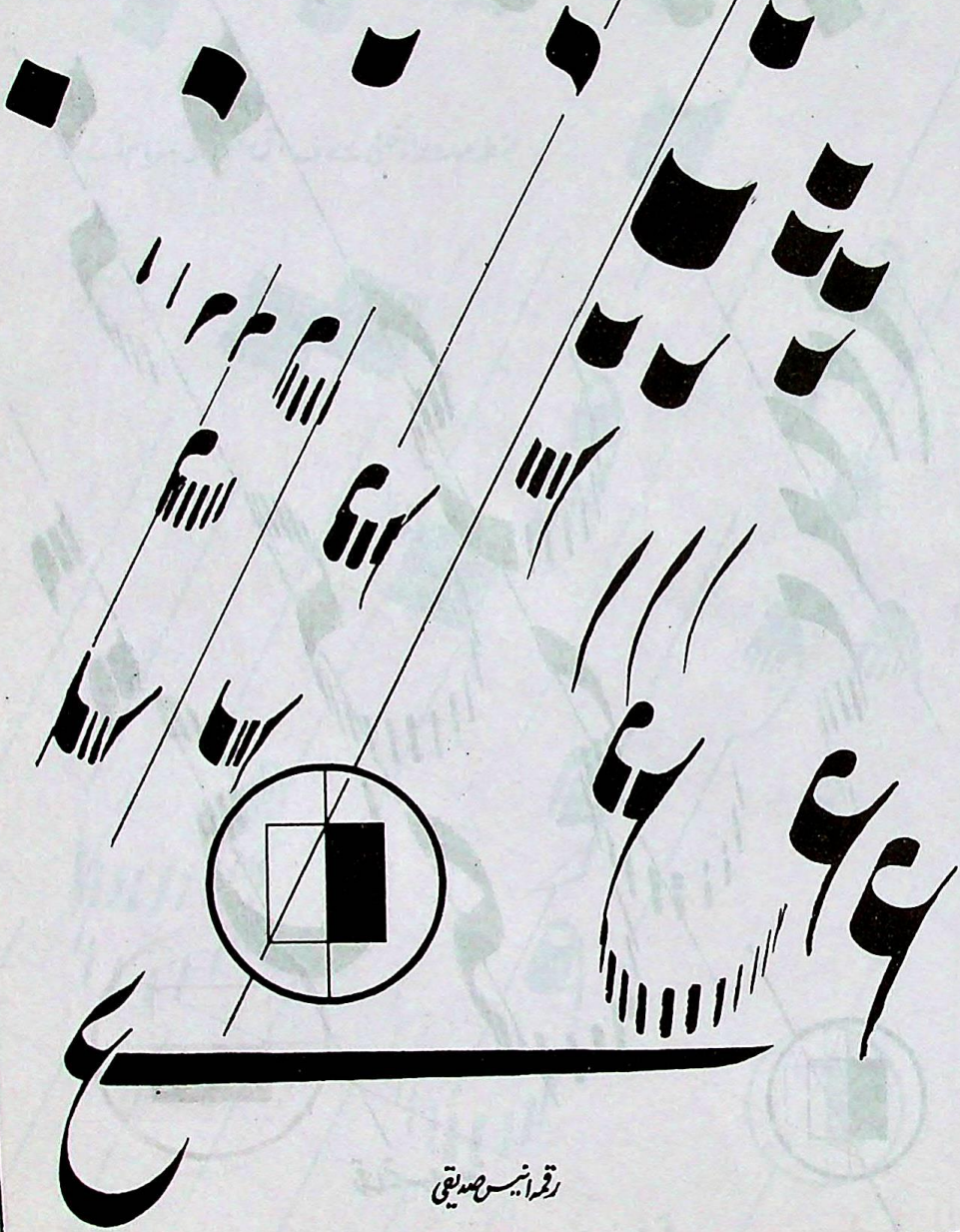
نقطہ معکوس کا استعمال واضح ہے۔
رقم انیس صدیقی

نقطہ مدور ناخنی سے ف، ق اور و بنایا جائے۔
رقم انیس صدیقی
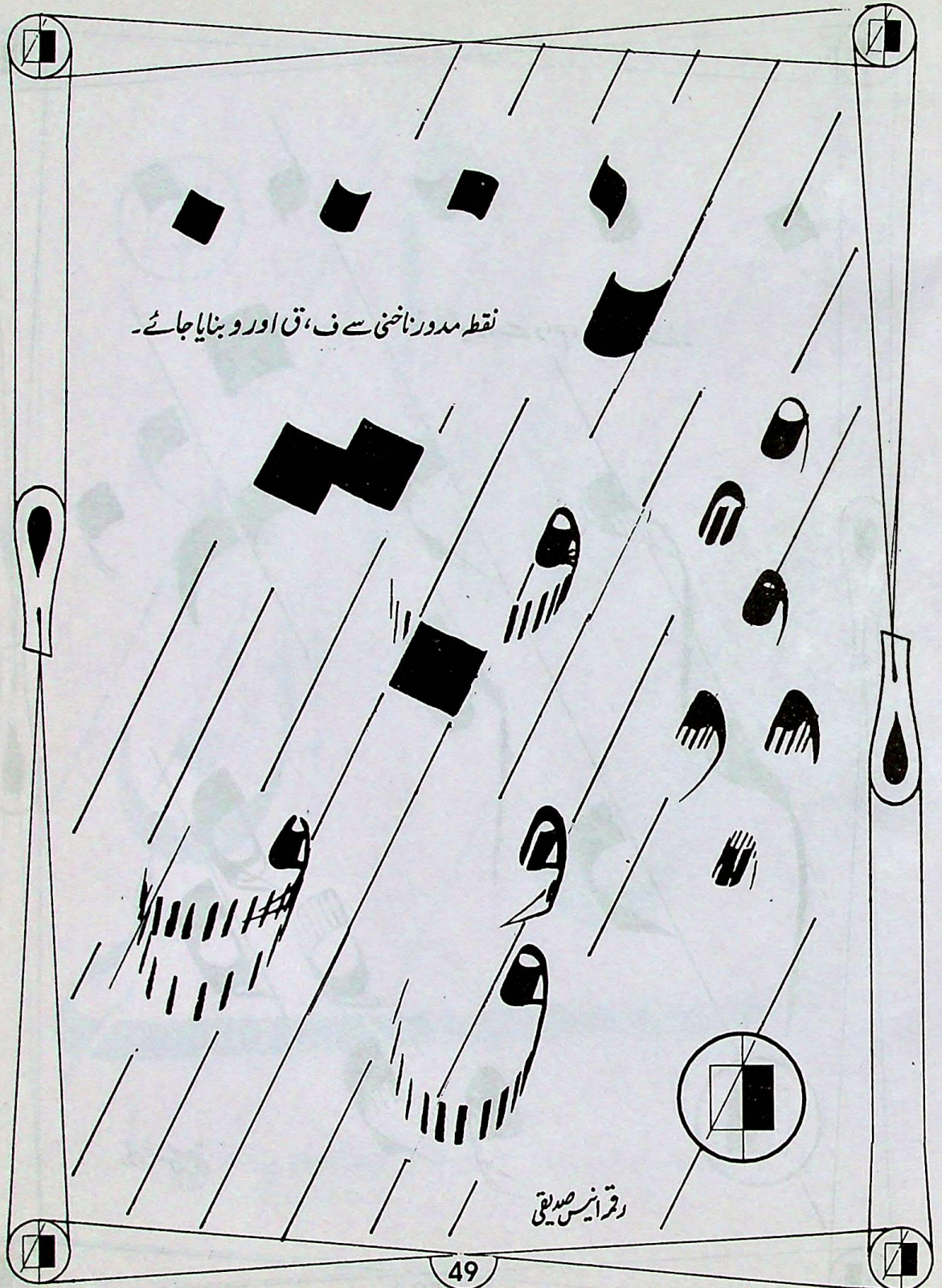
نقطِ خمیدہ سے د، م، ہ بنایا جائے۔
رقمہ انیس صدیقی

الف یا مثل الف سائز الگ الگ پیمائش کے ساتھ مشق بے حد ضروری ہے۔ انیس صدیقی
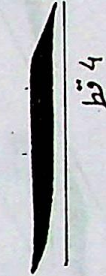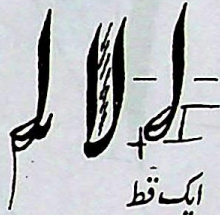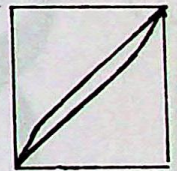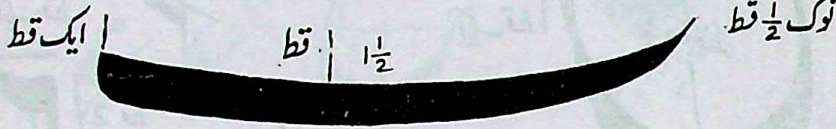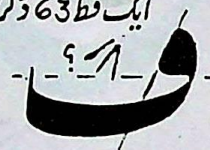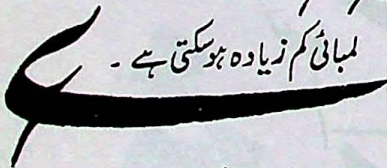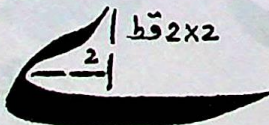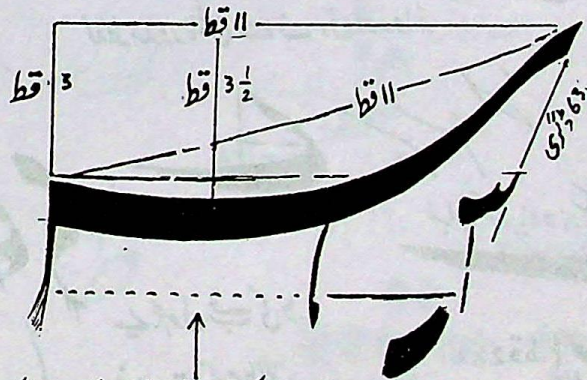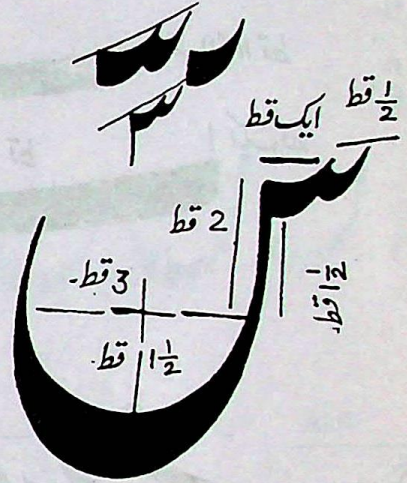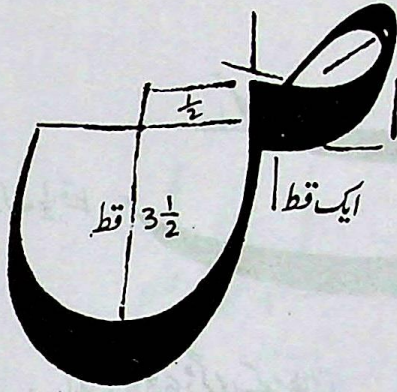
دو قط کی پیمائش ؟
ا قط
دو قط بنیادی لائن کے مطابق۔
ایک قط
3½ قط
½ قط
ایک قط
2 قط
3 قط۔
1½ قط
11 قط
3 قط
3½ قط
11 قط
درمیان میں ایک دائرہ ایک ایک قط کا فاصلہ۔
رقم انیس صدیقی
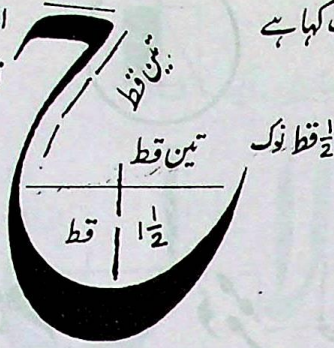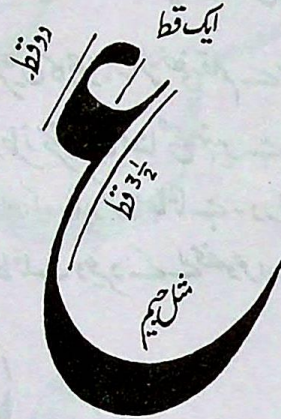
مبتدی کو بتایا جائے کہ ن، ل، ی، ق، ص، س کی گولائی کو دائرہ کہتے ہیں اور ج، ع کی گولائی کو اساتذۂ قدیم نے سطح کہا ہے۔

بنیادی لائن پر قلم رکھ کر نشانات، نقاط اور حروف کی بہتر انداز میں مشق کر کے ترچھے رُخ پر قلم رکھنے کی عادت بن جانے کے بعد 63 ڈگری کی بنیادی لائن کو ترک کر دیں۔ اور عام طور پر دائیں سے بائیں جانب عام تحریر یا خطاطی کے لیے ایک لائن یا تین نالیوں کے درمیان روایتی طریقہ اساتذہ کی ہدایت کے مطابق مبتدی کے لیے بہتر ہے۔ انیس صدیقی
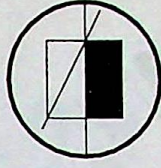
خط نستعلیق (اردو طرز تحریر) میں تین شکلیں ہمزہ کے لیے اساتذۂ فن نے خاص کیے ہیں۔

۶ سر عین کا چھوٹا سائز خفی قلم سے ہمزہ کے لیے اردو طرز تحریر میں لکھنا صحیح نہیں ہے۔ اردو میں ناواقفیت کی بنا پر لکھا جاتا ہے۔ دراصل خط نسخ یا خط ثلث وغیرہ کے لیے مخصوص ہے۔

قلم کے رُخ تدریجاً بدلتے ہیں، غور کیا جانا ضروری ہے۔

مشق، رئیس صدیقی۔

درمیان میں ایک الف کی جگہ
½ قط موٹائی
4 قط لمبائی
2½
1½
نقطہ بہا کے مثل
5 قط
5 قط
3 قط
دو قط
بخط انیس صدیقی
ن، ل، ی، ق، ص، س کے دائرے ایک جیسے ہوتے ہیں۔
1½ قط
½ قط۔ ایک قط
3½ قط
3 قط
1½ قط
3 قط

مبتدی کو ایک طرح کے سرے یا جوڑ و پیوند والے حروف ایک جگہ لکھ کر بتائے جائیں۔
پیالہ: الف، لا، ن، ل، ک، گ، ب، ی، د اور ہ کے لیے۔
3 قط جیم اور میم میں ہم شکل
ایک قط
ایک قط ترچھا
بخط انیس صدیقی
1 2 3 4 5 6 7

پڑے رُخ میں
فرق رکھا جاسکتا ہے،
طباعتی، غیر طباعتی ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے۔
انیس صدیقی۔

مرکبات میں
زیادہ یکسانیت کے ساتھ ل، ک، گ

فائنل لام اور کئی جگہ ضرورتاً لکھا جاتا ہے۔
اساتذۂ قدیم نے کاف کا سر لام کے ساتھ پیوند
کرنے کے لیے باریک لکھا ہے

مبتدی کو ایک طرح کے سرے یا جوڑ و پیوند والے حروف ایک جگہ لکھ کر بتائے جائیں۔

لام کو جیم کے ساتھ اساتذہ نے فنی مظاہرہ کرتے ہوئے مخصوص
انداز میں بھی لکھا ہے۔
انیس صدیقی۔
تین قط
فاصلہ ایک قط
فاصلہ آدھا قط
تین قط
بن کی طرح
دو قط

ط ط ط ظے بظج
مرکبات میں ب، ن کے اکثر جوڑ و پیوند کا استعمال "ط" میں ہوتے ہیں۔
ط
ظ طع طص طس طھ طو ضس طف
مبتدی کو ایک طرح کے سرے یا جوڑ و پیوند والے حروف ایک جگہ لکھ کر بتائے جائیں۔
طا طد طل طے طلا
ط کی تختی میں پیالہ دو قط کے لکھے جاتے ہیں۔
طے
انیس صدیقی۔

ف، ق کے لیے بیشتر جوڑ و پیوند، پیالے ن،
ط، ک وغیرہ کے مثل بنتے ہیں۔
مبتدی کو ایک طرح کے سرے یا جوڑ و پیوند والے حروف ایک جگہ لکھ کر بتائے جائیں۔
غور طلب پیوند اور پیالے۔
مشقہ، انیس صدیقی

ایک قط
دو قط
ہ کی تختی میں بھی تین قسم کے سرے لکھے جاتے ہیں۔
مبتدی کو ایک طرح کے سرے یا جوڑ و پیوند والے حروف ایک جگہ لکھ کر بتائے جائیں۔
میم اور ہ میں با کی طرح کا پیالہ بنا کر آدھے
کو بند کیا جاتا ہے۔
بخط انیس صدیقی

آخر میں ہ کا استعمال اساتذہ قدیم نے متفرق لفظوں میں کیا ہے
جیسے اللہ اور فاطمہ و
راقمہ اور واہمہ ہیں۔
ھ کی کشش، سش کی کشش کے مثل ہے۔
جدت طبعی و مطالعہ قدیم اساتذہ کے نمونے،
تلاش و جستجو کے ساتھ رہا ہے کہ ہ کی مذکورہ شکل
کو مبتدی اور بعض منتہی بھی دال کا پرہ
لکھ دیتے ہیں جبکہ قلم کا بہاؤ سے جھٹکے کے ساتھ۔ انیس صدیقی
لِلّٰہ اور اللّٰہ کی خوش نویسی
میں دوسرے لام کی پوری وضاحت ہے اساتذہ نے بھی لکھا ہے
اور اب زیادہ لکھا جانے لگا ہے۔
دو حروف ہیں واضح تقسیم

مبتدی کو ایک طرح کے سر سے یا
جوڑ و پیوند والے حروف ایک جگہ لکھ کر بتائے جائیں۔
ایک قط
تین قط
پیالہ ڈیڑھ قط
دائرہ بدل کے بعد س۔
بخط انیس صدیقی
67

مبتدی کو ایک طرح کے سرے یا جوڑ و پیوند والے حروف ایک جگہ لکھ کر بتائے جائیں۔

س اور س کے درمیان 5 قط فاصلہ رکھا جاتا ہے۔

کُلیہ = س سے پہلے ہمیشہ باریک جوڑ لگے گا۔

ابتدا یا درمیان میں س ش کی کشش کے بعد دائرہ بدل نہیں لکھا جاتا ہے۔

س کی کشش کی گہرائی ہمیشہ 3 یا $3\frac{1}{2}$ قط لکھی جاتی ہے۔

تمام تختیوں میں الف، لا، لام، ک، گ، د، ہ پیلے کے بعد ہی لکھے جاتے ہیں۔

بخط انیس صدیقی

مرکب میں بغیر دائرے کی س لکھنے میں دندانے باریک بنتے ہیں البتہ دائرہ بدل پورے قلم سے موٹا لکھا جاتا ہے۔
کشش سے س لکھنے کے بعد دو حروف کے لکھنے کی صورت میں ایک دندانہ بڑھ جانے سے دوسرا حرف بن جاتا ہے۔
س ش کو کشش سے لکھنے میں دائرہ نہیں لکھا جاتا۔ انیس صدیقی۔

3 قط
3 قط
1½ قط
دو قط کے پیالے میں جیم کے سر کی نوک کا صحیح رخ 63% ڈگری ہے۔
انیس صدیقی
جیم کا سر پیالہ کے ساتھ ایک قط کا لکھا جائے گا۔
حاجد حل حل حہ خلا
مبتدی کو ایک طرح کے سرے یا جوڑ و پیوند والے حروف ایک جگہ لکھ کر بتائے جائیں۔
جیم کی تختی میں بھی تین طرح کے سرے لکھے جاتے ہیں۔
مرکبات میں جب جیم بغیر پیالہ کے لکھا جائے گا تو جیم کا سر ڈیڑھ یا سوا قط بنتا ہے۔
جو حو جھ

مبتدی کو ایک طرح کے سرے یا جوڑ و پیوند والے حروف ایک جگہ لکھ کر بتائے جائیں۔

ع

عین کے سر کی نوک اور گردن کی گولائی پر تین قط۔ انیس صدیقی۔

ع ع ع

عین کی تختی میں بھی تین طرح کے سرے لکھے جاتے ہیں۔

عل علاعہ

پیالے کے ساتھ لکھے جانے والے حروف میں پیالہ دو قط۔

عین اور ہ میں جوڑ کی وضاحت۔

عین کو را وغیرہ کے ساتھ دو حرفی، سہ حرفی، چہار حرفی لکھنے میں اکثر غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ نمبروں کے ذریعہ وضاحت کی گئی ہے مبتدی کو بتایا جائے۔

عو

جیم میم ی یے میں ایک طرح کا سرا لکھا جاتا ہے۔

عط عس عص عع عف عہ

تین زبر سے بنتا ہے۔

محمد الحمد

انیس صدیقی

پوری تختی دو کر حرف جیم کی گردن اور پیالہ کی تقسیم کے ساتھ مبتدی لکھے۔

لطا لعا لفا لحا ہھا ھہا ہا ہحا

طفا طا فما محا مہا مقا مسا

مطا مصا مسا

سما سعا

سا

عموماً فنِ خطاطی کے طلبا میں سے کچھ ایسے ہوتے ہیں جو کہ جوڑ و پیوند میں اُلجھ جاتے ہیں اور کوئی بھی مشکل لفظ بنانے میں، دندانے، پیوند یا پیالے کو جوڑنے میں غلطی کرتے ہیں۔ ایسے موقع پر کچھ الفاظ خاص طور پر مشق کرا دیئے جانے سے جوڑ و پیوند کو استعمال کرنا آسان ہو جاتا ہے اور جب یہ سمجھ میں آ جائے کہ طالبِ فن کسی خاص حرف کو جوڑنے میں غلطیاں کرتا ہے تو متعلقہ حرف کو ابتدا یا درمیان میں یا لکھ کر تختیاں لکھوا دی جائیں تو دوسرے مبتدیان کے حوصلے بھی بڑھتے ہیں۔ انیس صدیقی۔

صا صعا

حبا حما حہا

عبا عصا عطا عما

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نمائش
صبغۃ
الحمد
دو کشش اوپر نیچے لکھنے کی صورت میں درمیانی فاصلہ برابر رکھا جاتا ہے۔
بخط انیس صدیقی

جوڑ و پیوند، مشق کے وقت
خیال رکھنا ضروری ہے۔ مبتدی کو بتایا جائے۔
بخط انیس صدیقی
سرِ صاد کے بعد کشش کی صورت میں گولائی دے کر
پھر کشش لکھا جاتا ہے۔

ج وغیرہ جب پیالے کے ساتھ لکھیں گے تو ج، کے سرے کی نوک کا ترچھا رُخ 63 ڈگری رکھا جائے گا۔
ص، ہ،
کہنی دارہ اور ص کا سرا۔
ہ سے ہ ابتدائی۔
عین، ہ۔
میم میں عین کے سرے کی گھنڈی
من یا مس کی میم ن اور میم
بخط انیس صدیقی
ن اور ب وغیرہ میں خاص حصّے کا استخراج، مبتدی کو واقف کرانا ضروری ہے۔

ح کے سرے میں الٹی ب۔
حروف و لفظ
اور پیوندکاری
قدیم وجدید استخراج۔ جدت طبعی وجدت ذہنی اور مشق و مطالعۂ کثیر کی
استعدادِ طالب فن کے لیے لکھا۔ انیس صدیقی۔
آدھا چاند۔
س م میں ر۔
ب ر میں الٹی را۔
لام الف کے ساتھ س ن۔
نی میں ں۔
ی کے سرے سے لام الف۔

معمو
معو
فٹ
میم عین وغیرہ کے پیوند وجوڑ پوری وضاحت کے ساتھ، ر اور بر دو طرفہ۔
لعد
بر بر
مبتدی کو وضاحت کے ساتھ بتایا جائے کہ ایک لفظ "اسٹینڈ" کو پانچ طریقے سے لکھ کر بتایا گیا ہے۔ کسی لفظ یا حرف میں کب اور کیسے کشش لگا سکتے ہیں فنِ خطاطی کے رموز و نکات سے واقفیت کے بعد آسان ہو جاتا ہے۔
مبتدی کے لیے جانکاری و مشق دونوں اہم ہے۔
کلیہ: س کے علاوہ کئی دوسرے حرفوں میں کشش جائز ہے بشرطیکہ گہرائی دو قط سے زیادہ نہ ہو اور لمبائی آٹھ، نو قط سے زیادہ نہ ہو۔
اسٹنڈ
سٹنڈ
سٹینڈ
سٹنڈ
سٹنڈ
بخط انیس صدیقی

عنوانات کی مشق۔

تاریخ مساجد

جنت کی ضمانت

گیارہ سالہ دورِ حکومت کے آئینے میں

جنرل محمد ضیاء الحق

اہانتِ رسول کفر ہے

ٹائیٹل وغیرہ کے لیے نام یا دوسرے الفاظ جلی و خفی کی مشق کرائی جائے۔

رقم انیس صدیقی

ریڈ فورٹ آگرہ : دیوان خاص میں تخت شاہی میں کندہ خط نستعلیق کی تابندگی ناظرین میں خطاطی کا امنگ بڑھاتی ہے۔ فوٹو انیس صدیقی۔

(۲)

(۱)

خطاط آرٹسٹ۔ انیس صدیقی

ای صبح سلام بر تو

(۱) کھادی موٹے کاغذ پر رخ و روشن قلم کا مظاہرہ، فن پارہ کا اصل سائز 56x38 سنٹی میٹر ہے۔

(۲) آئیوری کارڈ پر رنگین فن پارہ کا اصل سائز 71x56 سنٹی میٹر ہے۔

کیلی گرافی اور گرافک ڈیزائن
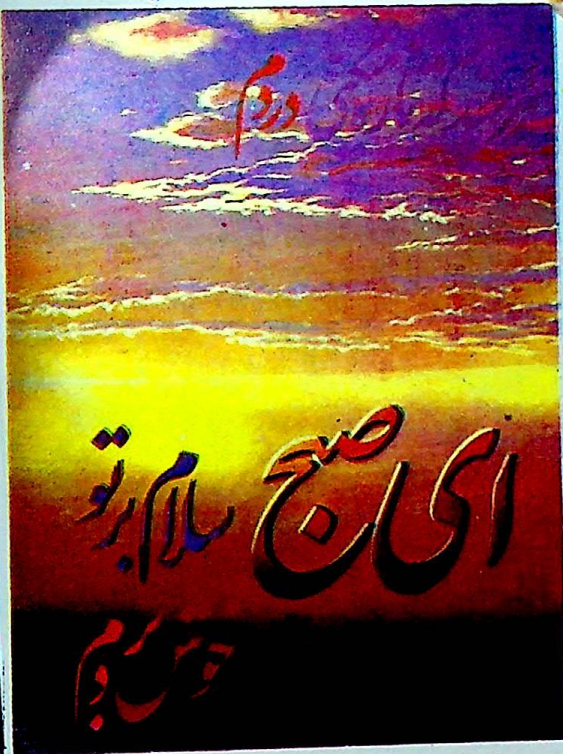
(۳) آرٹ کارڈ پر فارسی شعر کی ترجمانی بصیرت افروز انداز میں، فن پارہ کا اصل سائز 56x71 سنٹی میٹر ہے۔

خطاط آرٹسٹ جواد بختیاری، ایران

فرصتِ کاروبارِ شوق کسے
ذوقِ نظّارۂ جمال کہاں

غالبؔ

موریشش میں عالمی اردو کانفرنس (۱۹۹۱ء) کے موقع پر کیلی گرافی ورکشاپ و نمائش کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ آدھے اِنچ سے زائد موٹے قلم سے 56x91c.m کے سائز پر
بخط انیس صدیقی۔

بار بار غور سے دیکھیے اور محسوس کیجیے، لمبے لمبے مرکز جو عمومی قاعدے سے بڑے بنائے گئے ہیں اس سے ایک خاص انداز میں شعر کی ترجمانی ہوگئی ہے۔ مبتدی کے لیے غور طلب۔ انیس صدیقی۔

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

خط غبار، خط ماہی اور خط گلزار وغیرہ مستقل خط ہیں نہیں آتے، مصنوعی خطوط ہیں لیکن عوام وخواص پسند کرتے ہیں۔ خط نستعلیق، خط نسخ یا خط ثلث وغیرہ میں جس طرح کا ڈیزائن بنایا جاتا ہے اسی مناسبت سے نام کا استعمال ہوتا ہے۔ بخط انیس صدیقی

صنعتِ توالی یا سیاہ مشق :
مشق کا طریقہ روانی اور رنگِ خط کے لیے
اساتذہ نے بنائے ہیں۔ بعض قدردان بہت
پسند کرتے ہیں۔ اور ایران میں سیاہ
مشق کی بڑی اہمیت ہے اساتذۂ فن
سے مطالبہ رہتا ہے۔ بخط انیس صدیقی۔

صنعتِ موصل کے تحت کچھ نہ کچھ مشق کا التزام قدیم اساتذہ کے یہاں بھی رہا ہے۔

① شفیقمعلمکیحکمتسیمحنتکیسنگمکمّلفنلیکیگئےطلبا

② مجلسیکجہتیکیمیٹنگمیںکمیٹیکینئیحکمتِعملیکیفیصلے

③ طالبِعلمکیمحنتشفیقمعلّمفنمکمّل

① شفیق معلم کی حکمت سے محنت کے سنگ مکمل فن لے کے گئے طلباء۔

② مجلس یک جہتی کی میٹنگ میں کمیٹی کی نئی حکمت عملی کے فیصلے۔

③ طالب علم کی محنت، شفیق معلم، فن مکمل۔

الف کے ساتھ قلم کی لوٹ پھیر سے خوب صورت شکل ابھری ہے
خطِ نستعلیق میں قلم برداشتہ تحریر، کلمہ طیبہ منفرد انداز میں، قلم کی گردش سے دیدۂ زیب ڈیزائن۔
انیس صدیقی

خطّاط دوراں ہفت قلم محمد خلیق ٹونکی عظیم فن کار تھے۔ تشنگانِ فنِ خطّاطی نے پندرہ سال سے زائد عرصے تک اچھی خاصی تعداد میں فیض پایا اور استاد خلیق کا نام روشن کیا۔ ناچیز انیس صدیقی کو بھی مرحوم سے نقاشی و خطّاطی سیکھنے اور برسوں خوش نویسی سکھانے میں ساتھ رہا۔ اسکول کے بچوں کے لیے ان کی لکھی ہوئی کتاب اور راقم کے ذخیرۂ خطاطی میں ان کی اصلاح کے خط نستعلیق کے پانچ سو صفحات میں سے چند صفحات استفادۂ عام کی خاطر روایتی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

مس مص مع ہا ہٹ سں ہو ہ بڑ ہر

ہم ہطا ہی ہے نعمتیں تیم تمّ تخلیق

چھچھا بھنبھنا تسبیح یکسچنج پینتیس ۳۵

شیخ تصیح تعلیق پینٹنگ پینٹر مستفیض

میٹنگ کشمیر کیشیر سٹبلشمینٹ

پرچم اسلام
تعلیمی چہل حدیث ۴۰
مشرقی روایتِ نقد
اور
روایتی اردو تنقید

خلیق ٹونکی مرحوم کی اصلاح سازی کا ایک صفحہ۔

ابجد ہوز حطی

کلمن سعفص

قرشت ثخذ ضظغ

فتبارک اللہ احسن الخالقین

1903ء میں چھپے سرمایہ مفردات "میر پنجہ کش" (1857ء) ایک صفحہ۔

بابائے خطاطی منشی محمد شمس الدین اعجاز رقم کے آبدار موتی (مفردات)
جسے دیکھ کر ایرانی خطاط نے بھی تعریف کی۔

ق ف ت
سنہ ۱۳۱۷ھ

ج ط ح ع گ س ن ل ی ھ م

ص س ے و ہ ک م لا

منشی شمس الدین اعجاز رقم کے طرز پر چھپی کتاب سے مصنف و خطاط کا نام درج ہے۔
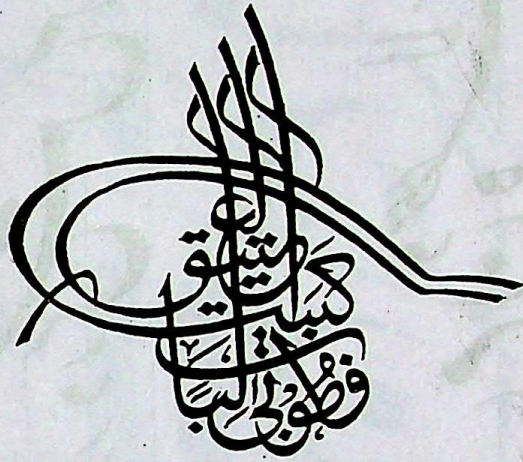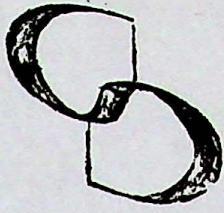
خطاطی کے امین سید امین عاصم امروہوی کے نادر شہ پارے۔ تقریباً 85 سال کی عمر میں بھی موصوف اپنے سلف سے ملے فنی نکات بناتے نہیں تھکتے۔

منشی محمد افضل مرحوم شاگرد اعجاز رقم مرحوم کا ایک کتبہ جو ۱۹۷۵ء میں تیار کیا گیا۔

ھھھ

ھ لی سی س

ہو ہو ہہ ھ

لحم سے

ﷲ سص فش و سد

لحمد للہ مممہ ہر

سباسبسسست سنخ سیدسیرسید

من دست ہیچ دسیگر ہمہ

محسن خطّاطی رئیس الاساتذہ مولانا اشتیاق احمد رحمۃ اللہ نے انیس صدیقی کے کتابت کردہ ۱۳۹۱ھ (۱۹۷۱ء) الگ الگ صفحات پر اصلاح فرمائی۔ مرحوم کی صدارت میں شعبہ خوش نویسی دار العلوم دیوبند میں ۱۹۴۴ء قائم ہوا اور ہزاروں ہزار طالب فن (خط نستعلیق وخط نسخ) نے فیض پایا جو ہند و بیرونِ ہند تشنگانِ فن کو سیراب کر رہے ہیں۔

ا ب ت ٹ ث ج چ ح خ د ڈ ذ ر ڑ ز ژ س

ش ص ض ط ظ ع غ ف ق ک گ ل م ن و ہ ی ے

کتبہ یوسف دہلوی

خبردار۔ آج کا کام کل پر چھوڑنا۔

خطاطی کے مجدد یوسف دہلوی بن محمد دین، جن کی خطاطی دہلی کے انڈیا گیٹ، صدر جمہوریہ ہاؤس اور ملحقہ عمارتوں (دفاتر) میں آج بھی درخشندہ و تابندہ ہے۔ انیس صدیقی
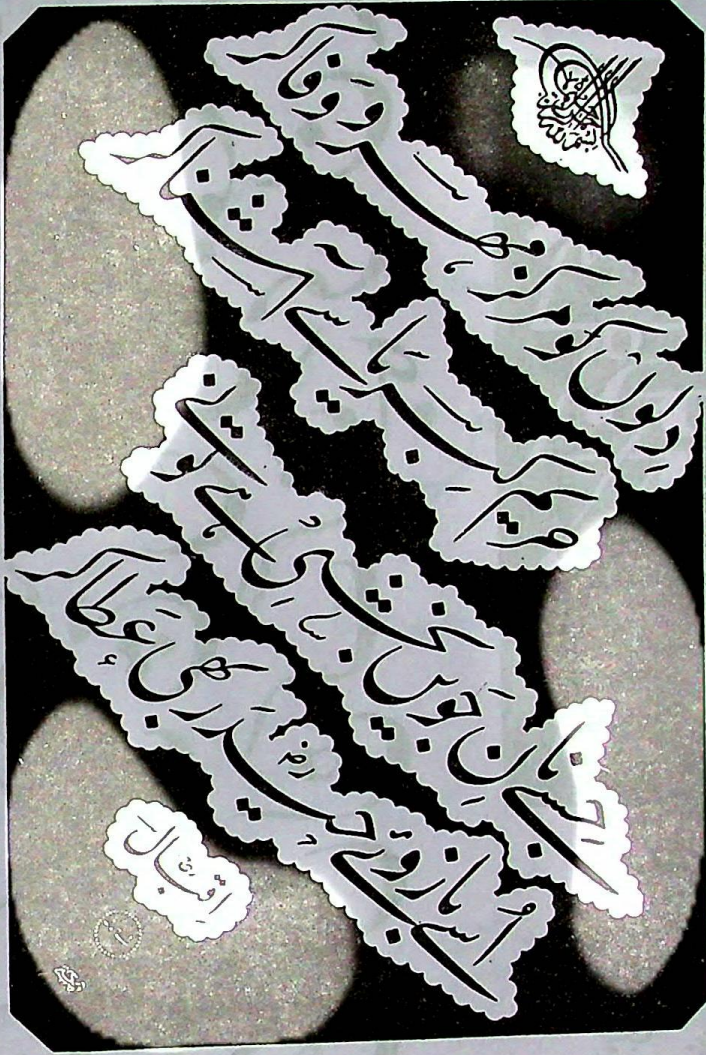
عبدالمجید صاحب مرحوم شاگرد یوسف دہلوی، کے چند شاہ پارے۔ مرحوم نے خوش نویسی میں کئی جوڑ و پیوند اختراع کیے۔ انیس صدیقی۔

نصر من اللہ و فتح قریب
عبدالمجید دہلوی

گیسوئے اردو ابھی منت پذیر شانہ ہے
اقبال
شمع یہ سودائی دلِ سوزیِ پروانہ ہے
عبدالمجید دہلوی

نغمہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیے
غالب
بے صدا ہوجائیگا یہ ساز ہستی ایکدن
عبدالمجید دہلوی
103

سیاہ مشق حبیب اللہ فضائلی ایرانی

س
س
خطاط مشرق عبدالمجید پروین رقم مرحوم (۱۹۴۶ء) موجد طرز جدید خط نستعلیق لاہوری روش۔

ا ب ت ج د ر ذ ز س ش ص ط ف ع
منور رقم
ق ک ل م ن و ہ ھ لا ء ی ے

با بت بج بد بر بس بش بص بط بع بف
منور رقم
بق بک بل بم بن بو بہ بھ بلا بی بے

جا جب جت جج جد جر جس جش جص جط جف جن جع
جق جک جب جل جم جن جو جہ جھ جلا جی جے
منور رقم

سا سب ست سج سد سر سس شس سص سط سع سف
سق سک سگ سل سم سن سو سه سھ سلا سی سے

صا صب صت صج صد صر صس صش صص صط صع صف
صق صک صل صم صن صو صه صھ صلا صی

طا طب طت طج طد طر طس طش طص طط طع طف
طق طک طگ طل طم طن طو طہ طھ طلا طی طے
منور رقم

عا عب عت عج عد عر عس عش عص عط عع عف
عق عک عک عل عم عن عو عہ عھ علا عی عے
منور رقم

فا فب فت فج فد فر فس فش فص فط فع فف
فق فک فل فم فن فو فہ فھ فلا فے فی

کا کت کب کج کد کر کس کش کص کط کع کف
کق کگ کک کل کم کن کو کہ کھ کلا کی کے
منور رقم

ما مب مت مج مد مر مس مش مص مط مع مف
مق مک مل مم من مو مه مھ ملا می مے

ہا ہب ہت ہج ہد ہر ہس ہش ہص ہط ہع ہف
منور رقم
ہق ہک ہگ ہل ہم ہن ہو ہہ ھ ہلا ہی ہے

یا صاحبَ الجمالِ و یا سیّدَ البشر

مِن وجہکَ المنیرِ لقد نوّرَ القمر

لا یُمکنُ الثناءُ کما کانَ حقّہٗ

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" ۱۳۵۱ھ

(عبدالمجید پروین رقم)

سلامٌ علیک اے نبیِّ مکرّم
مکرّم تر از آدم و نسلِ آدم
حالات سے باخبر نہیں ہوتے
نکتہ چیں دیدہ ور نہیں ہوتے
کتبہ محمد عباس ۱۳۹۰ھ

الٰہی تا بود خورشید و ماہی
چراغِ چشتیاں را روشنائی

باب پنجم

خط نسخ

خط نسخ ابن مقلہ جو بغداد کا وزیر تھا خط کوفی اور خط معقلی میں غور و فکر کر کے 310ھ (922ء) میں چھ خطوط ایجاد کیے۔ ان میں سے خط نسخ اور خط ثلث آج بھی عوام و خواص میں مقبول و مستعمل ہیں۔

خط نسخ کے الفاظ و حروف خط ثلث سے کچھ مشابہت رکھتے ہیں۔ لیکن فرق بھی خوب پایا جاتا ہے۔

اس کے لیے قلم کا قط نستعلیق سے زیادہ ترچھا اور خفی رکھا جاتا ہے۔

یہ رسم الخط ہر باریکی تنک جلی پن برقرار رکھتا ہے۔ اس رسم خط کی خطاطی بھی جس قلم سے ہوتی ہے پیمائش بھی اسی قلم سے کی جاتی ہے۔

اس خط کے اعراب مختصر اور نستعلیق سے قریب تر ہوتے ہیں۔

خط نسخ عموماً قرآنی خطاطی، مجموعہ وظائف اور عام مطالعہ کے لیے قرآنی آیات کی خطاطی میں اس لیے اہمیت رکھتا ہے کہ اعراب اپنی ٹھیک جگہ پر لگنے میں آسانی ہوتی ہے۔ طغرے بھی بنائے جاتے ہیں خط نسخ ہندی عربی نسخ سے قدرے مختلف ہوتا ہے۔

یہ خط خصوصی طور پر برصغیر ہند و پاک میں استعمال ہوتا ہے۔ اس لیے اسے ہندی نسخ کہتے ہیں۔

خط نسخ کے لا، ل، ط اور الف وغیرہ کے اوپر ایک نقطہ جیسا لگایا جاتا ہے۔ نسخ کے علاوہ کئی دوسرے خطوں میں بھی لکھتے ہیں اور الگ الگ انداز کے بنتے ہیں۔

خط نسخ ہندی کی خوش نویسی کے لیے قلم کو چلانے سے پہلے کاغذ پر رکھنے کے رخ کو %75 ڈگری کی بنیادی لائن مختص کر کے پانچ نشانات ابتدائی مشق کے لیے ترتیب دیا گیا اور الف کے اوپر لگے نقطہ کو غور و فکر اور تجزیہ کے بعد مذکورہ نقطہ کو پرچم کے نام سے راقم نے موسوم کیا اور رواج دیا۔ نشانات کی مشق، رخ کی پابندی بہتر اور ضروری ہے۔

ہند و پاک میں اس رسم خط کے بڑے بڑے ماہر پیدا ہوئے ہیں جنھوں نے کمالِ فن کا اظہار کیا ہے اور خط نسخ ہندی کا موجودہ طرز مولانا اشتیاق احمدؒ دیوبندی (1975ء) کے کمال و کہنہ مشقی اور تخلیقی صلاحیت کا نتیجہ ہے۔ جن کا سلسلۂ شاگردی بہادر شاہ ظفر سے جا ملتا ہے اور آخری مغل تاجدار کا سلسلہ قاضی عصمت اللہ خاں سے ملتا ہے۔ اور قاضی عصمت اللہ خاں سے ترتیبی سلسلہ اس طرح ہے عباد اللہ خاں، خلیفہ امام علی، میر امام الدین، میر جلال الدین حیدر مرصع رقم، بہادر شاہ ظفر، سید ممتاز علی، محبوب علی میرٹھی، مولانا اشتیاق احمدؒ دیوبندی اور ان سے راقم انیس صدیقی نے خط نسخ سیکھا۔ اس خط کے ماہرین میں ابن بواب، یاقوت مستعصمی، امام ابو حنیفہؒ، شہنشاہ جہانگیر، شاہزادہ پرویز، نورجہاں، زیب النساء، جہاں آرا بیگم، گلبدن بیگم، بادشاہ خاتون، شاہزادہ خسرو، شہنشاہ شاہ جہاں، اورنگ زیب عالمگیر، سلطان عادل شاہ اول، عارف اللہ خاں، عبد الحق شیرازی عرف امانت خاں، مولانا غلام محمد ہفت قلمی دہلوی مصنف تذکرہ خوشنویسان (بزبان فارسی)، منشی دیبی پرساد مصنف ارژنگ چین و نظم پروین، سید محبوب علی مصنف نگار، منشی حامد علی خطاط و مصنف قطعات الجواہر و اصول النسخ، مولانا عبد العلیٰ آسی مدراسی خطاط مصنف تعلیم النسخ، مولانا محمد قاسم لدھیانوی، نواب ملکہ جہاں، میر کلن، رائے منوہر، منشی ہادی علی، مولوی ہاشم علی، منشی محمد طاہر، منشی محمد منیر عالم، منشی امتیاز احمد دیوبندی، محمد حسین بن کلن، منشی محمد حیات علی، استاد محمد یوسف دہلوی، شیخ ممتاز حسین جونپوری، مولانا عبد الصمد ہردوئی وغیرہ۔ انیس صدیقی۔

نقطہ خمیدہ نسخی
نقطہ لفظی
نقطہ مدور
نقطہ چار گوشہ
نقطۂ پرچم
90
80
70
60
50
40
30
20
10
0
100
110
120
130
140
150
160
170
180
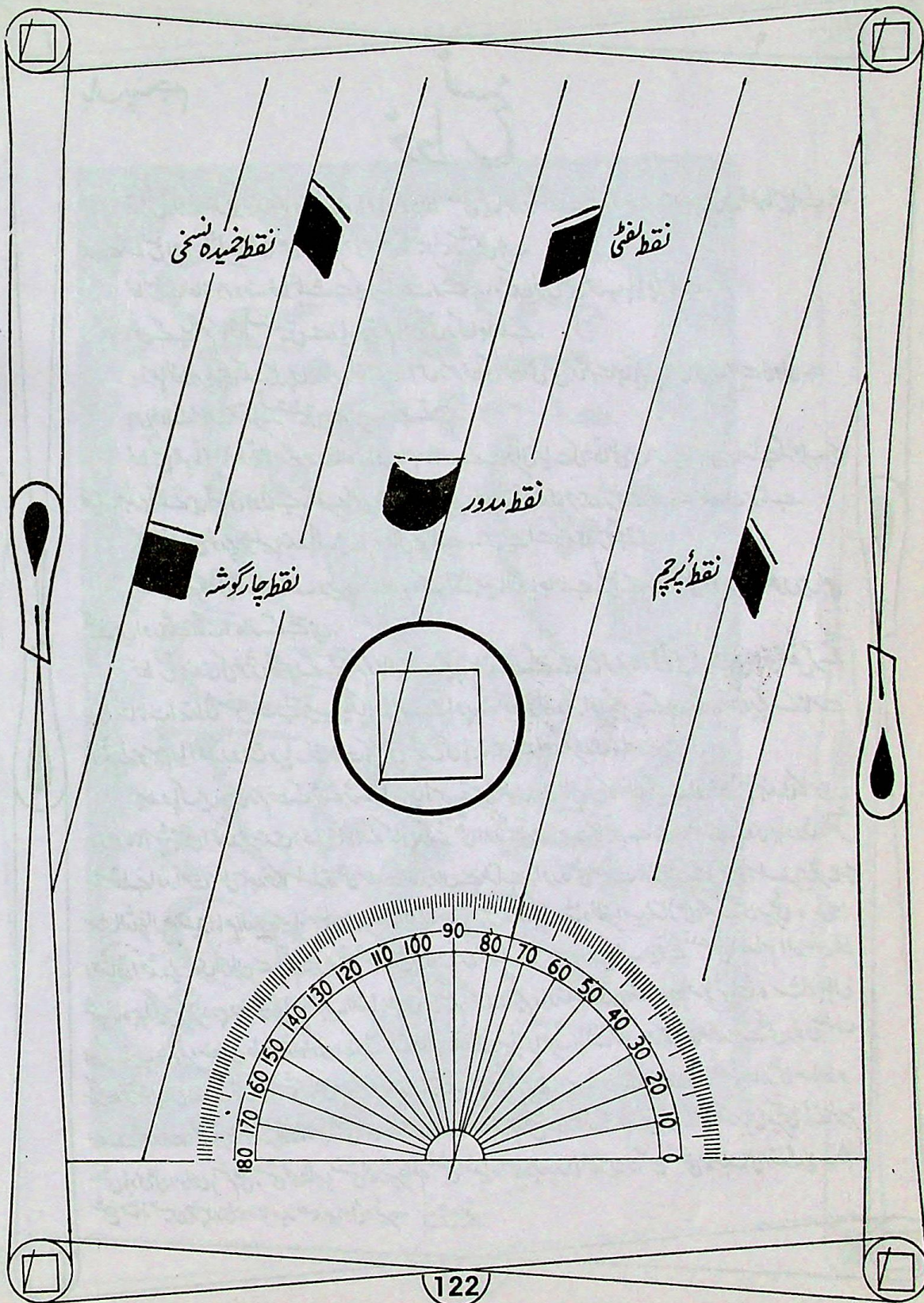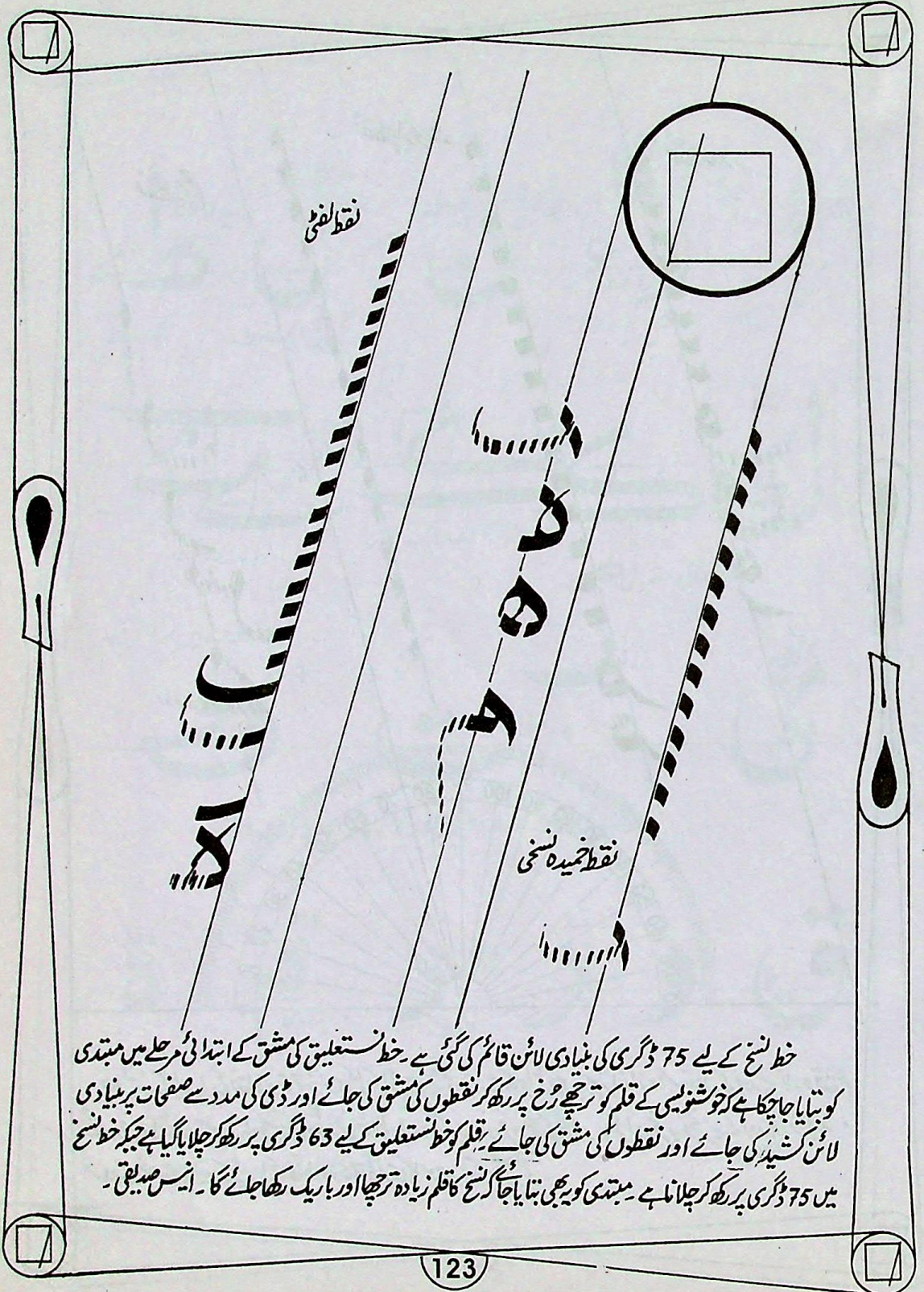
خط نسخ کے لیے 75 ڈگری کی بنیادی لائن قائم کی گئی ہے۔ خط نستعلیق کی مشق کے ابتدائی مرحلے میں مبتدی کو بتایا جاچکا ہے کہ خوشنویسی کے قلم کو ترچھے رُخ پر رکھ کر نقطوں کی مشق کی جائے اور ڈی کی مدد سے صفحات پر بنیادی لائن کشید کی جائے اور نقطوں کی مشق کی جائے۔ قلم کو خط نستعلیق کے لیے 63 ڈگری پر رکھ کر چلایا گیا ہے جبکہ خط نسخ میں 75 ڈگری پر رکھ کر چلانا ہے۔ مبتدی کو یہ بھی بتایا جائے کہ نسخ کا قلم زیادہ ترچھا اور باریک رکھا جائے گا۔ انیس صدیقی۔
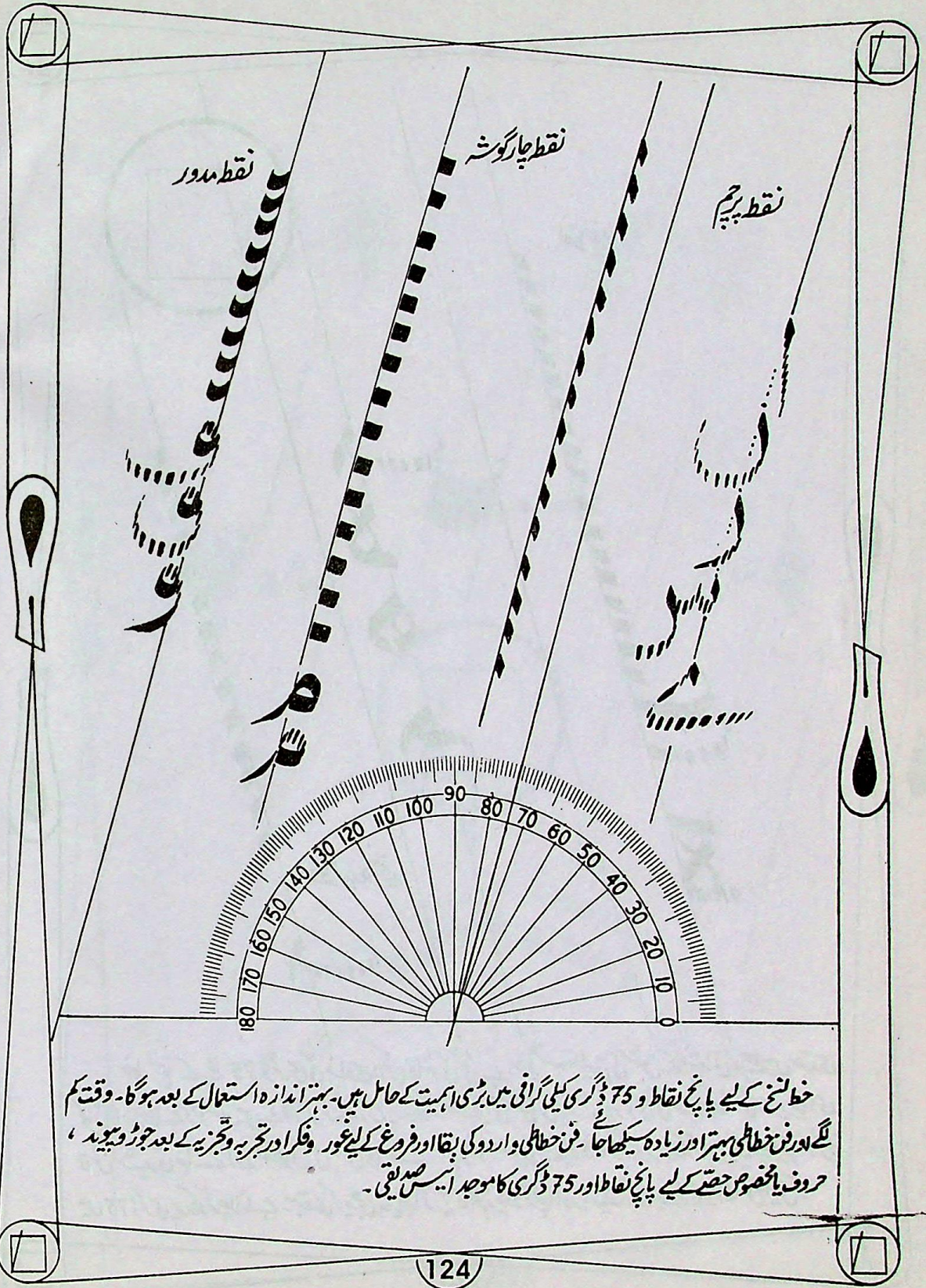
خط نسخ کے لیے پانچ نقاط و 75 ڈگری کیلی گرافی میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ بہتر اندازہ استعمال کے بعد ہوگا۔ وقت کم لگے اور فن خطاطی بہتر اور زیادہ سیکھا جائے۔ فن خطاطی و اردو کی بقا اور فروغ کے لیے غور و فکر اور تجربہ و تجزیہ کے بعد جوڑ و پیوند، حروف یا مخصوص حصے کے لیے پانچ نقاط اور 75 ڈگری کا موجد ایس صدیقی۔

مثل را۔
گہرائی ایک قط۔
ایک قط
اندر ایک قط۔
اندر دو قط۔
مفرد ک کی مقبول شکلیں۔
ب اور ف میں سر کا فرق۔
ب کی لمبائی 2، 3، 5 قط اور 7، 9، 11 قط۔ ب دراز
خط نسخ ہندی میں پہلی بار پیمائش
قط کے ذریعہ۔ بخط انیس صدیقی

الف کے اوپر نقطہ کئی دوسرے خطوط کی طرح خط نسخ میں بھی اساتذۂ قدیم سے چلا آتا ہے اور ہر خط میں وضع الگ الگ ہے۔ اساتذہ کے یہاں اسے کوئی مخصوص نام نہیں دیا گیا۔ تلاش و تجزیہ کے بعد ہم نے اسے پرچم کہا ہے۔ انیس صدیقی

بد بر بر بس بع بعـ بف

درمیان و آخر میں عین کا سر چھوٹا سا تحریر ہونے کی صورت میں بغیر سفیدی کے بنے گا۔

با بت بحے بی بلا بل

مرکب میں ب، ن، وغیرہ کی تین قسمیں ہیں۔

بم بم بو بھ بھ

مرکب میں ل کی دو قسمیں۔

لب لحے لح لد لہ

مرکب میں ط کی دو قسمیں۔

طحے طی طھ طس

رقمہ انیس صدیقی

ف ھ مہ مم

ف کا سر مرکب میں

مر مر محے محے

راور میم کا یہ جوڑ ہر جگہ آسکتا ہے

ھس ھا ھو سھ

گردن دو قط

ضرورت کے مطابق سائز بڑا چھوٹا۔

سم سر سی سے

ہر جگہ میں یہ جوڑ کسی بھی حرف کے ساتھ۔

سح سعہ سد سل

مرکب میں سین کی تین قسمیں ہیں۔

رقمہ انیس صدیقی

طن طا طد صد

صد صر صر صا

مرکب میں ص کی دو قسمیں۔

صب صر صم صم

صم کح کب کد کا

مرکب میں ک کی دو قسمیں۔

کر کی کس فر

رقمہ انیس صدیقی

مرکب میں عین کے سر کی دو قسمیں ہیں عا عل عک وغیرہ کے سر میں گولائی ہو گی اور پیالہ کے فوراً بعد الف یا ل بنے گا۔ دوسرا چپٹا سا بنے گا جیسے عس یا عب اور عج وغیرہ ہیں۔

مرکب میں سر جیم کی بھی دو قسمیں ہیں جا جب جن وغیرہ اور جح جھ وغیرہ میں ظاہر ہے۔

6،5،4 ۔ درمیان میں لکھی جانے والی ہ ۔

ابتدائی ہا۔

انتہا میں دو شکلیں

انیس صدیقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
خوش نویسی و اصلاح سازی کے صفحات سے۔ بخط انیس صدیقی
شیخ سعدی علیہ الرحمۃ شیرازی کے مقبول ترین نعتیہ قطعہ کی خوبصورت خطاطی خط نسخ میں
بلغ العلیٰ بکمالہٖ
کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ
صلوا علیہ و آلہٖ

ج د ر ر م

رو ا ھ ھ ھ ھ ے

لا لا ء ی ے ر

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ

فتبارك الله احسن الخالقين

ر ب

رَضِيْنَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِيْنَا

فَاِنَّ الْمَالَ يَفْنٰى عَنْ قَرِيْبٍ

وَاِنَّ الْعِلْمَ بَاقٍ لَايَزَالُ

رئیس الاساتذہ مولانا اشتیاق احمد رحمۃ اللہ علیہ (موجد طرز جدید خط نسخ قرآنی) نے انیس صدیقی کے کتابت (1392ھ م 1972ء) کردہ صفحات پر اصلاح فرمائی۔ مولانا مرحوم کی صدارت میں 1944ء میں شعبۂ خوش نویسی دارالعلوم دیوبند میں قائم ہوا جہاں ہزاروں ہزار طالب فن نے فیض پایا اور آج بھی ہند و بیرون ہند تشنگان فن کو سیراب کر رہا ہے۔ انیس صدیقی۔

قدیم خط نسخ ہندی، قرآنی طرز: بابائے کتابت منشی شمس الدین اعجاز رقم کے ہم عصر خوش نویس مولانا عبد العلی آسی مدراسی مہتمم ادارہ اصح المطابع لکھنؤ کی کتاب تعلیم النسخ ۱۳۱۴ھ (1896ء) سے ایک صفحہ جو آج حاملِ فن خطاطی کے لیے قابلِ دید ہے۔ انیس صدیقی۔

بخط احمد شوشان، خط نسخ ہندی سے فرق کے ساتھ، خط نسخ کی طرز بالا عرب، ایران ترکی اور مصر وغیرہ میں رائج ہے۔
انیس صدیقی